چلتے چلتے

عدیل زیدی

''چلتے چلتے'' عدیل زیدی کا پہلا مجموعہ کلام ہے۔ کتاب کے نام سے گمان ہوتا ہے کہ یہاں کی مصروف زندگی میں یہ کلام ''چلتے چلتے'' لکھ دیا گیا مگر مطالعے کے بعد پتہ چلا کہ یہ رواروی کی شاعری نہیں ہے اور یہ نام بھی سفرِ حیات کا استعارہ ہے۔ آزاد نظموں میں ''بیس برس بعد''، ''پھول بچے''، ''خواب اور حقیقت''، ''بھائی'' اور ''حرف کی خوشبو'' اپنے انداز کی فکر انگیز اور پُرکشش نظمیں ہیں۔ ان نظموں کو پڑھ کر یہ خیال بھی آتا ہے کہ اگر عدیل ان موضوعات پر بھی لکھے جو اس کے اطراف، اس نئی دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں تو اردو شاعری کو کچھ نئے امکانات مل جائیں۔ امریکہ اور کینیڈا میں ایسی شاعری بہت کم لکھی جا رہی ہے جو اسے پاک و ہند سے الگ کر سکے۔

حمایت علی شاعرؔ

تصورِ جاناں ہو یا غمِ دوراں عدیل زیدی الفاظ کی مشکل تراکیب اور شاعرانہ تعلیوں میں الجھائے بغیر اپنا مطلب سادہ زبان میں ادا کرتے ہیں۔ بے جا سخن فہمی اور غالبؔ کی اندھا دھند طرفداری کا دعویٰ بھی نہیں شعر گوئی ان کی گھٹی میں پڑی ہونے کے باوجود کسی طرح کی خوش گمانی میں مبتلا نہیں ایک طویل عرصے سے دیارِ غیر میں وطن اور اہلِ وطن کے فراق و وصال سے دوچار رہتے ہیں اور اسی کشمکش اور صبح و شام کی کیفیات سے ان کا کلام عبارت ہے:

میں دریا پار کرنا چاہتا ہوں
ہیں سارے لوگ دریا پار میرے

ذی شان ساحلؔ

With the name of Allah,

the most benevolent and merciful

چلتے چلتے

(مجموعۂ کلام)

عدیلؔ زیدی

سرورق: انجم صوفیہ تاج

انگریزی ترجمہ: جاویدؔ زیدی

پہلی اشاعت: جولائی ۲۰۰۱ء

طباعت: ذکی سنز، کراچی

قیمت: ۲۰۰ روپے

: ۱۰ امریکی ڈالر

ملنے کا پتا:

Adeel Zaidi
10742 Kenicott Trail
Brighton, Michigan 48114, USA
Tel: 810-225-8786
Email: zaidis@ismi.net

سٹی پریس بک شاپ

316 مدینہ سٹی مال، عبداللہ ہارون روڈ، صدر، کراچی 74400

فون: 5213916 - 5650623 (92-21)

ای میل: city_press@email.com

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یارب
ہم نے دشت امکاں کو ایک نقش پا پایا

غالبؔ

O' God
What's desire's next move?!
I've found this whole
World of possibilities
To be just one imprint
Of the first step
In the way of human desire!!

Ghalib

ترتیب

انتساب

بابو جی کے نام

(والد محترم پروفیسر سیّد اختر رضا زیدی مرحوم)
جنھوں نے ہمیں انگلی پکڑ کر چلنا سکھایا،
جن کی صحبتوں سے ہمیں تہذیب و تمدن کا پتا ملا،
آدابِ نشست و برخاست سیکھے،
شعر سننے، مصرع دوہرانے کا سلیقہ سیکھا اور
سب سے بڑھ کر انسانوں سے ہمدردی اور محبت کرنی سیکھی۔
بابو جی، بہت بہت محبتیں اور شکریہ!

Dedication

To Babooji

(The Late Father Prof. Syed Akhtar Raza Zaidi)
who taught us how to walk on Earth,
from whom we learned what civilization and culture is,
how to behave in literary gatherings,
how to listen to poetry and repeat it after the poet, and,
above all, who taught us love and compassion to
human beings
Babooji, lots of love and thanks!

Babooji (1)

Trying in vain to forget his memories
Repentance of leaving him back home
Brings even more regrets!

Seeing happy faces around,
Reminds me of people
Who once were with us
But they've departed

The opportunists who worship the rising sun
Disappear soon
Like shadows in the sunset!

A simpleton like me blushes
When they talk about knowledge and skill

Why do you even ask, oh Adeel
Of those who give
But never fulfill!

بابو جی (۱)

یاد کو ان کی بھولنا چاہا، یاد مگر وہ آئے بہت
ان کو دیس میں چھوڑ تو آئے لیکن ہم پچھتائے بہت

جب بھی دیکھے محفل محفل، ہنستے بستے خوش خوش چہرے
آج نہیں کچھ لوگ جو ہم میں، یاد ہمیں وہ آئے بہت

چڑھتے سورج کی وہ پجاری ساتھ تھی خلقت ان کے ساری
دن ڈھلنے کا وقت جو آیا دوست تھے کم اور سائے بہت

علم و ہنر کی بات کبھی جو نکلی اُس محفل میں یارو
دیکھا ہم نے اپنی جانب، دیکھ کے ہم شرمائے بہت

خواہش اپنی ظاہر اس پر کیوں کرتے ہو یار عدیلؔ
جس کی دین کا ہے یہ طریقہ، دے تو کم ترسائے بہت

۲۶ ستمبر ۹۴ء

Babooji (2)

Sorrows would not have come along
Had you been with me, it would've been good
Someone would have lightened my heart
Had you been with me, it would've been good

In this jungle of loneliness
To whom shall I convey how my heart feels?
Had you been with me, it would've been good

You'd talk about us with pride
Our trust could've been built
Had you been with me, it would've been good

We talk to the world about you, though you aren't even with us
The weight on our hearts would've been lessened
Had you been with me, it would've been good

Yes, the day passes somehow in worldly matters
The evening could've passed
Had you been with me, it would've been good

بابو جی (۲)

غم کوئی ساتھ نہیں آتا، تم ہوتے ساتھ تو اچھا تھا
کوئی تو دل کو بہلاتا، تم ہوتے ساتھ تو اچھا تھا

اس تنہائی کے جنگل میں ہم کس سے دل کا حال کہیں
کچھ اپنا وقت گزر جاتا ، تم ہوتے ساتھ تو اچھا تھا

تم فخر سے ہر اک محفل میں ہم سب کی بات کیا کرتے
کچھ اپنا بھرم بھی رہ جاتا، تم ہوتے ساتھ تو اچھا تھا

ہم جگ سے تمھارا ذکر کریں، اور تم ہی ہمارے پاس نہیں
کچھ دل کا بوجھ اتر جاتا، تم ہوتے ساتھ تو اچھا تھا

ہاں دن تو گزرتا ہے جو توں، یاں دنیا کے ہنگاموں میں
یہ شام کا وقت بھی کٹ جاتا، تم ہوتے ساتھ تو اچھا تھا

۱۱ نومبر ۱۹۹۶ء

چلتے چلتے پر ایک نظر

محسن بھوپالی

پاک و ہند کی سرحدوں سے دور دبئی، جدہ، اور لندن کے علاوہ سات سمندر پار شمالی امریکہ میں نیویارک، شکاگو اور لاس اینجلس نے بھی رفتہ رفتہ اردو کے جزیروں کی حیثیت اختیار کر لی ہے جب کہ دیگر شہروں میں ادبی انجمنیں قائم ہیں اور یہاں کے محبان اردو بھی شعر و ادب کی ترویج و اشاعت میں تندہی سے شامل ہیں۔ ان شہروں میں ادیبوں اور شاعروں کی خاصی تعداد موجود ہے۔ اپنی پیشہ ورانہ اور معاشی مصروفیات کے باوجود بعض ادیب و شاعر اتنا وقت پس انداز کر لیتے ہیں کہ اپنی بنیادی پہچان مادری زبان اردو کی دامے درمے سخنے خدمت کر سکیں۔ ان میں عدیل زیدی کا نام نمایاں طور پر لیا جا سکتا ہے۔

عدیل زیدی کا تعلق معروف علمی و ادبی خانوادے سے ہے۔ اسے ذوق شعری اپنے گھر سے ملا ہے جسے ادبی محفلوں، مشاعروں اور بالخصوص شعری ادب کے مطالعے سے مزید جلا ملی ہے۔ میں عدیل کو اس کے بچپن اور لڑکپن سے جانتا ہوں جب وہ پچھلی صدی کی ساتویں آٹھویں دہائی میں بالائی سندھ کے مختلف شہروں میں منعقد ہونے والی ادبی اور شعری محفلوں اور کل پاکستان مشاعروں میں سامع کی حیثیت سے شرکت کیا کرتا تھا۔ پھر ایک طویل عرصے کے بعد چند سال پہلے ڈیٹرائٹ کے ایک مشاعرے میں بہ طور شاعر متعارف ہوتے ہوئے دیکھ کر مجھے بے حد مسرت ہوئی۔ وہ جو بزرگوں نے کہا ہے کہ ''پوت کے پاؤں پالنے میں نظر آتے ہیں'' تو اس کہاوت کے مصداق مجھے ان کے اوائل عمری کے ذوق و شوق سے اندازہ ہو گیا تھا کہ مستقبل میں یہ ننھا سامع سخن ور ضرور بنے گا۔

اور آج اس کے اوّلین شعری مجموعے ''چلتے چلتے'' کا مسودہ میرے زیرِ مطالعہ ہے۔

''چلتے چلتے'' کو پڑھتے ہوئے میرے ذہن میں جو فوری تاثر قائم ہوا وہ یہ تھا کہ عدیل کی شاعری خیالات کی ندرت اور مضامین کی تازہ کاری کا خوبصورت امتزاج ہے۔ اس نے نظمیں بھی کہی ہیں اور غزلیں بھی۔ نظموں میں وہ سماجی رابطوں اور خاندانی رشتوں کو فوقیت دینے اور ان کی پاس داری کرنے والا ایک صاحبِ دل بھی نظر آتا ہے اور جذبات و احساسات کی سطح پر رومان پرور شاعر بھی۔ اس ضمن میں اس کی نظمیں ''بھائی''، ''بابو جی''، اپنے بھتیجے حسن کی جوان موت پر اس کی ایک غزلِ مسلسل اور اک آزاد نظم کے علاوہ ایک اور نظم ''بیٹے کے رخصت ہوتے پر'' کا حوالہ ضروری سمجھتا ہوں۔ دیگر نظموں میں ''پھول بچے''، ''خواب اور حقیقت''، ''بیس برس بعد'' اور ''زندگی'' خصوصیت کے ساتھ اس کے زندگی آمیز اور رومان انگیز جذبات کی ترجمان ہیں۔

''چلتے چلتے'' کا غالب حصہ غزلوں پر مشتمل ہے۔ عدیل نے بعض غزلیں اساتذہ کے علاوہ اپنے عہد کے شعرا کی طرح میں بھی کہی ہیں اور متعدد غزلیں اپنی زمینوں میں بھی کہی ہیں۔ ان غزلوں کے مضامین، لفظیات، سلاست اور روانی کو دیکھ کر طمانیت محسوس ہوتی ہے کہ ادبی مراکز سے دور رہتے ہوئے بھی اس کی شاعری دیگر ہم عصر شعراء کی شاعری سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ زبان کے بارے میں میں اس قدر ضرور کہوں گا کہ ابھی اسے روز مرّہ اور بعض فنی باریکیوں پر گرفت حاصل کرنے کے لیے مزید مطالعے اور مشقِ سخن کی ضرورت ہے۔ ''چلتے چلتے'' عدیل کا نقشِ اوّل ہے جو یقیناً اس کے بہتر نقشِ ثانی کا ضامن ہے، اور کیوں نہ ہو جب کہ زیرِ نظر مجموعے میں ہمیں ایسے اشعار نظر آتے ہیں جو اس کی سیاسی بصیرت اور گرد و پیش کے مسائل کی آگہی کا پرتو لیے ہوئے ہیں:

ہر اک شب کا مقدر ہے سحر سورج تو نکلے گا
اٹھے گی سب کے چہرے سے نقاب آہستہ آہستہ

وہ جن کے واسطے ہم اپنی جاں پہ کھیل گئے
وہ ہم سے کھیل رہے ہیں سیاستیں کیسی

ہم آفتاب سے ڈھلتے ہیں کچھ خبر ہے تمہیں
خود اپنی آگ میں جلتے ہیں کچھ خبر ہے تمہیں

سکون ڈھونڈیں بیاباں میں گھر کے ہوتے ہوئے
عجب سا خوف ہے شانوں پہ سر کے ہوتے ہوئے

کل یہاں آئے کل کو جانا ہے
صرف یہ داستان ہے صاحب!

شکم کی آگ بجھانے یہاں چلے آئے
کہاں کے لوگ تھے ہم سب کہاں چلے آئے

اس آخری مصرع ''کہاں کے لوگ تھے ہم سب کہاں چلے آئے'' میں عدیلؔ نے استفہامیہ لہجے میں جس مضمون کو ادا کیا ہے وہ اس کا اور اس کے متعلقین کا ہی نہیں بلکہ ایک پوری نسل کا سوال ہے جس کا جواب دو ملکوں کی نصف صدی کی تاریخ پر محیط ہے۔

آخر میں عدیلؔ کے چند ایسے اشعار پیش کرنا چاہتا ہوں جو ہمارے عہد کے بیشتر شعراء کے غزلیہ اشعار کے ہم پلہ ہیں۔ درحقیقت یہی وہ اشعار ہیں جن کے خالق سے اردو شاعری بہت توقعات وابستہ کر سکتی ہے۔

عشق صبر و رضا کے رخ پر ہے
یہ سفر کربلا کے رخ پر ہے

ایک پل کی خبر نہیں یارو
ہر دیا یاں ہوا کے رخ پر ہے

بعد از تماشا کھیل کے میدان کی طرح
ہم گھر میں ہیں بچے ہوئے سامان کی طرح

اک عجب روشنی فضا میں تھی
ذکر تھا تیرے مسکرانے کا!

رخ بدل دیں تو بات بن جائے
لوگ بس آئینے بدلتے ہیں

جدید اور اچھا شاعر

حمایت علی شاعرؔ

عدیلؔ زیدی کا تعلق پاکستان کے ایک علمی و ادبی خانوادے سے ہے۔ ان کے والد محترم پروفیسر اختر رضا زیدی میرے بزرگ دوستوں میں سے تھے۔ وہ گورنمنٹ کالج شکارپور (سندھ) میں برسوں "تاریخ" کے استاد رہے۔ اس موضوع پر ان کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔ وہ مذہب اور انسان کی ہم رشتگی پر بھی گہری نظر رکھتے تھے اور بالخصوص اسلام کی ہمہ گیر وسعتیں، امکانات کی حد تک ان کے ابعادِ فکر میں آباد تھیں۔ ظاہر ہے اس کا فیضان ان کی اولاد تک بھی پہنچا۔

ان کے صاحبزادوں میں سعید اختر زیدی، ڈاکٹر عروجؔ اختر زیدی، جاویدؔ زیدی اور عدیلؔ زیدی آج کل امریکہ میں مقیم ہیں اور ان میں آخرالذکر تینوں یہاں کے شعراء میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ مشہور شاعر مصطفیٰ زیدی (سابق تیغ الٰہ آبادی) بھی اسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور ہمارے عہد کے ایک بے مثال شاعر تھے۔

"چلتے چلتے" عدیلؔ زیدی کا پہلا مجموعہ کلام ہے۔

کتاب کے نام سے گمان ہوتا ہے کہ یہاں کی مصروف زندگی میں یہ کلام "چلتے چلتے" لکھ دیا گیا مگر مطالعے کے بعد پتہ چلا کہ یہ رواروی کی شاعری نہیں ہے اور یہ نام بھی سفرِ حیات کا استعارہ ہے۔ زندگی صرف سانس لینے کا نام نہیں بلکہ عمر بھر کی تمام ذمہ داریوں کو قبول کرتے ہوئے کسی منزل پہ پہنچنے کا نام ہے۔ اس سفر میں دم لینے کے لیے کہیں بیٹھ بھی جانا پڑتا ہے۔ یہ لمحہ استراحت جس چھاؤں میں گزرتا ہے اس کی کیفیت عدیلؔ نے بھی محسوس کی ہے:

ذرا سی چھاؤں بھی پاؤں تو آشیانہ لگے

ہمارے ملک کا المیہ یہ ہے کہ "آشیانہ" بھی سکون کی علامت نہیں رہا۔ ہجرت در ہجرت کے عذاب نے

نوجوان شعرا کو بھی ایسے شعر کہنے پر مجبور کر دیا:

اپنی قسمت کہاں ہے بُر کھوں سی ‏ ‏ ‏ گھر نہیں یہ مکان ہے صاحب

تمام مادّی آسائشوں کے باوجود جب ایسا شعر سامنے آتا ہے تو گھر اور مکان کا فرق بھی نمایاں ہو جاتا ہے۔ عدیلؔ کی شاعری میں یہ المیہ اپنے محرکات کے ساتھ آئینہ دکھاتا ہے۔

شکم کی آگ بجھانے یہاں چلے آئے
کہاں کے لوگ تھے ہم سب کہاں چلے آئے

اور پھر وہ یہ کہہ کر خود کو تسلی دے لیتا ہے

دہلیز گھر کی چھوڑ کے یہ سوچنا ہی کیا
لے جا رہی ہے وقت کی رفتار کس طرف

عدیلؔ کا غم ذاتی بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ وہ اپنے عہد سے وابستہ رہ کر اپنی بات کہتا ہے۔ پاکستان کے پس منظر میں یہ شعر پڑھیے:

اک زمانہ تھا زندگی تھی یہاں ‏ ‏ ‏ اب تو کہنے کو اک کہانی ہے

اور یہ اشعار شاید امریکہ کی تصدیق کریں:

رات اس سوچ میں گزرتی ہے
دن نکلنے کے بعد کیا ہوگا

ہر ایک خواب سفر، آنسوؤں میں ڈھل جائے
میں جس کے ساتھ چلوں، راستہ بدل جائے

غزل میں عدیلؔ عموماً روایت سے ہم کنار رہتا ہے۔ غم دوراں ہو کہ غم جاناں ــــ اس کے اظہار میں ہمارے ادب عالیہ کی تربیت صاف جھلکتی ہے۔

رہ حیات میں ایسے بھی کچھ مقام آئے ‏ ‏ ‏ تمہیں نہ دیکھ سکے ہم نظر کے ہوتے ہوئے
زمانہ بھر ہمیں چاہے تو اس سے کیا حاصل ‏ ‏ ‏ جنہیں بسایا ہے دل میں، وہ بے خبر ٹھہرے
کیوں چلے گئے آخر چھوڑ کر ہمیں تنہا ‏ ‏ ‏ دو گھڑی تو رک جاتے، ہم کو ساتھ چلنا تھا

لیکن اس کی نظم روایت آشنا ہو کر بھی جدت پسند نظر آتی ہے۔ "الیانیہ" پر اس کی نظم کے تیور دیکھیے:

سنا ہے ہر اک گھر میں لاشیں پڑی ہیں، چلو دیکھ آئیں
کہ بارود سے ساری گلیاں سجی ہیں، چلو دیکھ آئیں

ردیف میں جو ایک کٹیلا طنز ہے اسے کوئی اہل دل ہی محسوس کرسکتا ہے۔ اسی طرح ''گھر'' بھی ایک گہرے دکھ سے آباد ہے:

میں نے جس جس کو بھی چاہا تھا وہ آنسو بن کر
ایک اک کر کے مرے دیدۂ تر سے نکلا

آزاد نظموں میں ''بیس برس بعد''، ''پھول بچے''، ''خواب اور حقیقت''، ''بھائی'' اور ''حرف کی خوشبو'' اپنے انداز کی فکر انگیز اور پُرکشش نظمیں ہیں۔ ان نظموں کو پڑھ کر یہ خیال بھی آتا ہے کہ اگر عدیلؔ ان موضوعات پر بھی لکھے جو اس کے اطراف، اس نئی دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں تو اردو شاعری کو کچھ نئے امکانات مل جائیں۔ امریکہ اور کینیڈا میں ایسی شاعری بہت کم لکھی جا رہی ہے جو اسے پاک و ہند سے الگ کر سکے۔ مزید برآں اس دنیا کے کچھ روشن پہلو بھی ہیں۔ خاص طور پر وہ ''آگہی'' جو مغرب کو مشرق سے ممتاز کرتی ہے۔ جسے سو سال پہلے صرف یورپ میں دیکھ کر علامہ اقبالؔ نے کہا تھا:

محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

عدیلؔ زیدی بھی ایک حقیقت پسند اور باشعور شاعر ہے۔ اس کی نگاہ میں وہ منظر بھی ہوگا جو ایک نئے انسان اور نئے معاشرے کی بشارت دے رہا ہے۔ یہ بات خود اس کے ایک شعر سے عیاں ہوتی ہے۔

یہ عدیلؔ ان سے کہہ دو کہ میں جانتا ہوں سب کچھ
جو یقین کر چکے ہیں، مجھے کچھ خبر نہیں ہے

تم جہاں کے ہو واں کے ہم بھی ہیں

ذی شان ساحل

میرے اور عدیلؔ زیدی کے درمیان تعلق کی بنیادی وجہ بے گانگی کم اور شاعری زیادہ ہے۔ شاید بہت سے واقف کاروں کو عدیلؔ کی شاعری کے پہلے انتخاب کے نام کی موزونیت پر اعتراض ہو کہ "چلتے چلتے" کسی سفرنامے، رپورتاژ یا ناول کا تو نام ہو سکتا ہے مجموعۂ کلام کا ہرگز نہیں۔ لیکن عدیل کے شب و روز جس طور دیارِ غیر میں گزرتے ہیں ان کے اظہار کے لیے شاید "چلتے چلتے" سے بہتر کوئی اور نام نہیں ہو سکتا۔ شاعری کے اس مجموعے کو پڑھنے کے بعد حیرت عدیلؔ پر ہوتی ہے کہ فرصت کے رات دن میسر نہ ہونے پر بھی تصورِ جاناں کیے رہتے ہیں —— یہ امر بھی ملحوظِ خاطر رہے کہ فرصت کے رات دن مل جائیں تو عدیلؔ تصورِ جاناں کے علاوہ ہر تصور میں ڈوب جانے کو کوشاں رہتے ہیں۔ خوش آئند بات یہ ہے کہ تصورِ جاناں ہو یا غمِ دوراں عدیلؔ زیدی الفاظ کی مشکل تراکیب اور شاعرانہ تعلیوں میں الجھائے بغیر اپنا مطلب سادہ زبان میں ادا کرتے ہیں۔ بے جا سخن فہمی اور غالبؔ کی اندھا دھند طرف داری کا دعویٰ بھی نہیں —— شعر گوئی ان کی گھٹی میں پڑی ہونے کے باوجود کسی طرح کی خوش گمانی میں مبتلا نہیں —— ایک طویل عرصے سے دیارِ غیر میں وطن اور اہلِ وطن کے فراق و وصال سے دوچار رہتے ہیں اور اسی کشمکش اور صبح و شام کی کیفیات سے ان کا کلام عبارت ہے:

میں دریا پار کرنا چاہتا ہوں
ہیں سارے لوگ دریا پار میرے

شمالی امریکہ میں رہائش پذیر دوسرے شعرا کی طرح ہجرت، غمِ روزگار، وطن سے شناخت اور ایک مستقل Nostalgia میں گرفتاری عدیلؔ زیدی کی شاعری کا بنیادی وصف ہے۔ عدیلؔ زیدی کی شاعری کے پہلے مجموعے کے بارے میں مزید گفتگو سے پہلے دو چار سخن گسترانہ باتیں۔ "چلتے چلتے" میں موجود نظمیں تعداد میں کم ہونے کے ساتھ ساتھ معیار میں بھی عدیلؔ زیدی کی غزلوں سے کمزور نظر آتی ہیں۔ "اقرار"،

''ایک آرزو''، ''گھر'' اور ''زندگی'' نامی نظمیں اس مجموعے کے بھرم کو باقی رکھنے میں مدد دیتی نظر آتی ہیں۔ اس کی بنیادی وجہ شاید عدیلؔ کی روایتی غزلیہ شاعری سے حد درجہ لگاؤ اور عقیدت ہے اور روایت سے اسی جذباتی وابستگی کے باعث عدیلؔ کی غزلیں نظموں سے بہت آگے نظر آتی ہیں۔

خدا کرے کہ میرا یہ خیال غلط ہو کہ عدیلؔ کی شاعری میں ۸۰ کی دہائی سے نمایاں ہونے والے شعرا کی شاعری کے مطالعے سے بے گانگی کا تاثر جھلکتا ہے۔ کاش وہ اپنی آئندہ شاعری میں جدید نظم گو اور غزل گو شعرا سے استفادہ کرتے ہوئے مزید نکھار پیدا کریں۔ یہ کچھ ایسا ناممکن نہیں کہ عدیلؔ نے اپنے پہلے مجموعے کی ابتدا حمد سے کرتے ہوئے جو اسلوب اور دردمندی اپنے اشعار میں جمع کی ہے وہ انھیں کوچۂ شاعری کا دیرینہ رفیق ظاہر کرتی ہے۔

عجیب وقت گزارا خدا کے گھر میں عدیلؔ
زمیں تھی زیرِ قدم، ہم فلک سمجھتے رہے

یا پھر

مجھے لگتا ہے جیسے یہ کائنات تمام
ہے بازگشت یقیناً صدا کسی کی نہیں

یا

راس اس کو ہوا نہ آئے گی
یہ دیا گھر میں ہے جلانے کا

یا

عدیلؔ ان سے کہو جی لیں ابھی وہ شام ہونے تک
بدل جائے گا رنگ آفتاب آہستہ آہستہ

غرض یہ کہ عدیلؔ زیدی کے پاس بھی روح کو سرشار کرنے والے اشعار کی کمی نہیں۔ بس کمی ہے تو وقت کی جو انھیں ''چلتے چلتے'' شعر کہنے پر اکسائے چلی جاتی ہے۔ بقول ثروت حسین:

دشت لے جائے کہ گھر لے جائے
تیری آواز جدھر لے جائے

عدیلؔ کی تمنا کا دوسرا قدم

جاویدؔ زیدی

انگریزی زبان کے ایک شاعر، شیلی نے کبھی کہا تھا:

"I fell upon the thorns of life, I bleed..."

رگِ جاں میں کسی کانٹے کے چبھنے سے جو قطرۂ خون برآمد ہوتا ہے، اسی روشنائی میں بھگوئے ہوئے قلم سے لکھنا ہی شاید اصل شاعری ہے:

ہم اپنے دل کی چبھن کو دکھا سکے نہ عدیلؔ
تمام زخموں کو ہم نے سجا کے دیکھ لیا

عدیلؔ کے دل میں چھپا کوئی کانٹا اس کو شاعری پر اکساتا ہے، وگرنہ شاعری اس کی مجبوری نہیں۔ اک عمر اس کے خاندان کی اسی دشت کی سیاحی میں گزری ہے۔

"کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے"

عدیلؔ کو دنیا نے وہ سب کچھ دیا کہ لوگ جس کی تمنا کیا کرتے ہیں۔ دین و دنیا داری کا فن، منصب و دولت، محبت و عزت، لیکن جناب کی بے اعتنائی کا عالم یہ کہ:

دونوں جہان دے کے وہ سمجھے یہ خوش رہا
یاں آ پڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں

عدیلؔ کی تمنا کا دوسرا قدم نہیں معلوم، کہاں ہے۔ لیکن ہاں، اس کی شاعری کا یہ پہلا قدم دشتِ امکاں کا پتہ دے رہا ہے۔ اس نے حرفوں سے بھی وفاداری کا ثبوت دیا۔ جو ہوا، جیسا ہوا، سو لکھ دیا، جو بن پڑا وہ کہہ دیا، اور وہ بھی چلتے چلتے:

چلتے چلتے کتنا بدلا یہ جہاں
چلتے چلتے تم رہے تم، ہم نہ ہم

عدیل کی اک خوبی یہ بھی ہے کہ اس کی شخصیت میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ وہی شخصیت کی ملنساری، وہی خلوص، اور وہی جنون ولگن اس کی شاعری کے لہجے سے بھی ٹپکتی ہے۔ اور، کبھی تو یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس غالب کے پرستار کے واں بھی میر کا رنگ غالب ہے:

سحر میں رفتگاں کے ہم بھی ہیں

ساتھ اس کارواں کے ہم بھی ہیں

عدیل کی اس پُر خلوص اور جذباتی کاوش "چلتے چلتے" کی داد دیے بغیر چلتے چلتے اس سے گذر جانا، کفرانِ ادب ہے۔ اس جواں سال شاعر نے چونکا دینے والے اشعار بھی کہے ہیں:

آ رہا ہوں تیری جانب روح کی تسکین کو

حسرتیں دل کی میں دنیا میں نکال آیا بہت

"پھول بچے" اور، "میکیکو بوائے" اثر انگیز نظمیں ہیں، جنہیں اردو شاعری کے نئے شوکیس میں شاندار طریقے سے سجایا جاسکتا ہے۔ وہی فیضؔ صاحب جیسا مدھم اور پرخلوص لہجہ اشارۃً کہہ رہا ہے: اور بھی دکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔

مرے محلّے کے سارے بچے

بسوں سے اسکول جا رہے ہیں

ہے تم میں کوئی

جو مجھ کو نہلا دھلا کے

کھانا کھلا کے

مجھ کو کتابیں دے کر

بٹھا دے بس میں

یہ میرا بچپن اک ایسی ہستی کا منتظر ہے

("ایک معصوم بچے کی حسرت و یاس کے نام")

شکم کی آگ نے بقول افتخار عارف، عدیل کو بھی ہجرت پر آمادہ کیا ہے۔

شکم کی آگ بجھانے یہاں چلے آئے
کہاں کے لوگ تھے ہم سب کہاں چلے آئے
خود اپنی آگ میں جلتے تھے ہم جہاں کے لیے
وہاں پہ ڈوب گئے جب یہاں چلے آئے
ہماری دربدری کا عجیب قصہ ہے
دیار غیر میں ہم گھر سے معتبر ٹھہرے

عدیل نے غزل میں غیر مرئی طور پر کچھ مابعد الطبیعیاتی تجربے بھی کیے ہیں۔

ہم آفتاب سے ڈھلتے ہیں کچھ خبر ہے تمہیں
خود اپنی آگ میں جلتے ہیں کچھ خبر ہے تمہیں
بلندیوں پہ نہ ڈھونڈو کہ جوہر نایاب
زمیں کی گود میں پلتے ہیں کچھ خبر ہے تمہیں

اور زبان کا مزہ بھی اٹھایئے:

زمانہ جیسے بہلتا ہے میری جاں ہم بھی
اسی طرح سے بہلتے ہیں کچھ خبر ہے تمہیں

نئی غزل کی روایت میں جون ایلیا کے یہاں تلخیٔ کا رنگ حاوی ہے۔ عدیل بھی اس روایت کے معترف نظر آتے ہیں۔ انہیں اہل ہنر کی بے حرمتی بھی ستاتی ہے۔

نہ علم و فن ہی کسوٹی نہ تجربے سے غرض
عجیب قحط ہنر ہے ہنر کے ہوتے ہوئے

بات ہنر کی آئی، تو یہ کہنے میں کوئی مضائقہ بھی نہیں کہ عدیل ایک فطری شاعر ہیں اور گو وہ فن عروض کے نشیب و فراز کی پر پیچ وادیوں سے تو نہیں گذرتے، البتہ حساس دل رکھتے ہیں اور تفکر کرتے ہیں۔ اور برملا اظہار کرتے ہیں اپنے جذبات کا جب اپنے اردگرد پر نظر ڈالتے ہیں۔ وہ اہل جنوں کے اس مکتب عشق سے تعلق رکھتے ہیں جو قافلۂ خرد کی منزل سے یہ کہتا ہوا گذر جاتا ہے کہ

گذر جا عقل سے آگے کہ یہ نور
چراغ راہ ہے منزل نہیں ہے

میری دُعا ہے کہ جس شعر کا آغاز عدیلؔ نے اس تخلیقی انداز میں کیا اس کی ادبی جزا و سزا اسی دنیا میں انہیں ملے! انھوں نے اردو رسم الخط کے علاوہ انگریزی تراجم کو بھی اپنے پہلے ہی دیوان میں شامل کیا ہے۔ اس عمل سے نہ صرف قاری کی تعداد میں اضافہ کی گنجائش موجود ہے، بلکہ ہماری نئی نسل جو معاشرتی، معاشی، سیاسی، اخلاقی مجبوریوں کی بناء پر اردو رسم الخط کی نعمت سے محروم ہے، وہ انگریزی ترجمے سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ ایک انقلابی اقدام ہے اور ناگزیر ارتقائی عمل کی ضروریات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ہو سکتا ہے علاج غم دوراں بھی ٹھہرے!

''بابو جی'' کی روح اور اہل خاندان کو اس ادبی کاوش سے جس قدر مسرت ہوگی، وہ میرے بیان سے باہر ہے۔ یہ انہیں کی خاکِ پا کے تقدس کی خیرات ہے کہ ہم ایسے کم مایہ ادب کی چوکھٹ پر اپنے قلم کے سر رکھنے میں کامیاب ہوئے، ہم وہ کہ جن کے لیے میر انیسؔ نے شاید کبھی کہا تھا:

در پہ شاہوں کے نہیں جاتے فقیر اللہ کے
سر جہاں رکھتے ہیں سب، ہم واں قدم رکھتے نہیں

سخن ہائے گفتنی

کہاں کے ماہر و کامل تھے تم ہنر میں عدیلؔ
تمھارے کام تو پروردگار کرتا رہا

اللہ کی ذات اور اس کے کرم کے بعد جن شخصیتوں نے ہماری ہمت افزائی کی اور "چلتے چلتے" کا محرک بنے ان میں اوّل اوّل چھوٹے بھیا (بڑے بھائی جاویدؔ زیدی) ہیں۔ چھوٹے بھیا کے داد و تحسین دینے کے انداز کو دیکھ کر ہر فنکار اپنے آپ کو اپنے فن کے عروج پر محسوس کرنے لگتا ہے، ہماری شاعری بھی ان کی فراخ دلی کا نتیجہ ہے۔ چھوٹے بھیا نے ہماری شعر گوئی کی خبر ہم تک پہنچنے سے پہلے تمام احباب تک پہنچا دی اور ہمیں ان کی بات رکھنے کے لیے اپنے خیالات کو قلم بند کرنے کی مشق شروع کرنی پڑی۔ باجی (مہر رضا) نے فوراً ہماری کوششوں کو چھپوانے کی فرمائش شروع کر دی اور ہمیشہ جواباً ہم نے انھیں ثریا زیباؔ کا یہ شعر سنا کر بات ٹال دی کہ:

تم دل بڑھا رہے ہو زیباؔ نوازیاں ہیں
فنکار جیسے ہم ہیں ہم خوب جانتے ہیں

رہی سہی کسر ہمارے عزیز دوست حنیف بھائی (ڈاکٹر محمد حنیف) نے ان ٹوٹی پھوٹی کوششوں کو اپنی سحر انگیز آواز دے کر پوری کر دی۔ جہاں جہاں انھیں دھن بنانے میں دقت محسوس ہوئی وہاں وہاں انھوں نے نشان لگا کر یہ فرمائش کی کہ "اس مصرع کو میٹر میں لے آیئے"۔

ہمارے بکھرے خیالات کو یکجا کرنے اور ترتیب دینے کا کام بھائی نذیر باقری نے اس تاکید کے ساتھ انجام دیا کہ ان کی محنت ضائع نہ جانے پائے اور کتاب ضرور شائع ہو۔

"چلتے چلتے" شاید کبھی شائع نہ ہو پاتی اگر اس میں نور بھائی (کرشن بہاری نورؔ) اور عرفان بھائی (عرفانؔ دانش سکندری) کی بے پناہ محبتیں اور ہمت افزائی شامل نہ ہوتی۔ نور بھائی اور عرفان بھائی نے یہ جانتے ہوئے کہ ابھی فن شعر گوئی پر دسترس میں ہمیں ایک عرصہ درکار ہے، ہمارے بکھرے خیالات کو اپنی محبت

کی بیساکھیوں کے سہارے ایک کتابی شکل میں سامنے لا کھڑا کیا!

ایک دفعہ پھر ہم نے چاہا کہ ابھی کتاب نہ شائع ہو اور چھوٹے بھیا سے یہ کہہ دیا کہ جب تک آپ انگریزی میں ترجمہ نہیں کریں گے، کتاب شائع نہیں ہوگی۔ جیسا کہ آپ کے زیر نظر ہے، یہ کام انھوں نے نہایت خوش اسلوبی اور نہایت کم وقت میں مکمل کر دکھایا۔ چھوٹے بھیا ان بڑے بھائیوں میں سے ہیں جن پر یہ محاورہ قطعاً صادق نہیں آتا کہ:

سگ باش برادر خورد مباش

خدا سب کو چھوٹے بھیا جیسا بھائی دے۔

محسن بھائی (محسن بھوپالی)، حمایت بھائی (حمایت علی شاعر)، ذی شان ساحل، چھوٹے بھیا (جاوید زیدی)، عرفان بھائی (عرفان دانش سکندری) اور نور بھائی (کرشن بہاری نور) نے "چلتے چلتے" کو اپنی آراء سے مزین کر کے اس جگہ پہنچا دیا جہاں پہنچنے کے ہم ابھی حق دار نہ تھے۔

ہر سفر سے واپسی پر، چاہے رات کا پچھلا پہر ہی کیوں نہ ہو، جو کچھ لکھا وہ امی جان، فردوس (بیگم) شارق (بیٹا) اور ثنا، (بیٹی) کو سنایا اور اسی وقت ان کی رائے لینے بیٹھ گئے۔ ان سب کے سہارے اور محبتوں کے بغیر شاید "چلتے چلتے" تھک تو جاتے مگر آپ سب تک نہ پہنچ پاتے۔

انجم آپا (محترمہ انجم صوفیہ تاج) جو نہایت عمدہ مصور ہونے کے ساتھ ساتھ بے مثال شاعرہ بھی ہیں، خصوصی شکریے کی مستحق ہیں کہ ان کے موقلم کے شاہکار نے اس کتاب کے سرورق کو زینت بخشی۔

آخر آخر اس شخصیت کا شکریہ بھی ادا کرتے چلیں کہ جن کے تعاون اور محبت کے بغیر یہ کتاب اتنی جلدی سامنے نہ آ سکتی تھی۔ یہ کمال اجمل کمال کا ہے جو سٹی پریس کے ڈائریکٹر ہیں اور جنھوں نے کتاب کو خوب صورت بنانے میں بہت عرق ریزی سے کام کیا۔

بصد خلوص

عدیل زیدی

The Holy Dust

The mirage of life was glittering like the world,
I thought
He was in my soul, though
I limited Him to my body

It turned out to be the fragrance of the Holy Dust
Which I thought to be of flowers
While bowing in prayers touching ground

It was a queer feeling
As I went around Kaba*
I thought of me as supernatural
Like an angel, or a spirit

When did we really endeavor to find Him
We, always took ourselves to be in His own image

I had an unbelievable time in the House of God, Adeel
Though, being on earth, I felt I was touching the sky

* Kaba: Holy place for Muslims

خاکِ حرم

سرابِ جاں کو جہاں کی چمک سمجھتے رہے
وہ روح میں تھا جسے جسم تک سمجھتے رہے

پتا چلا کہ وہ خاکِ حرم کی خوشبو تھی
ہم اسکو سجدہ میں گل کی مہک سمجھتے رہے

عجب تھی کیفیتِ جاں طواف کے دوراں
ہم اپنے آپ کو جن و ملک سمجھتے رہے

خدا کو ڈھونڈنے کا کب ہمیں خیال آیا
ہم اپنی ذات کو اس کی جھلک سمجھتے رہے

عجیب وقت گزارا خدا کے گھر میں عدیلؔ
زمیں تھی زیرِ قدم، ہم فلک سمجھتے رہے

نومبر ۱۹۹۹

An Epithet

Why are there so many suspicions O'Prophet
When you are my care taker O'Prophet

We are amazed to know there still are on earth
So many shackles and prisons O'Prophet

The same earth on which you treated
everyone equally
Now is being ruled by Kings O'Prophet

The minds, whose silence you broke with Iqra*
Once again they are silent and deserted O'Prophet

Your personality has decorated this universe
with prestige
This universe could be sacrificed on you, O'Prophet

Hopefully that day arrives when Adeel could write
I can boast of practicing your thoughts, O'Prophet

*Iqra: The first message angel Gabriel delivered to the Prophet (PBUH).

نعت

وسوسے کیوں یہ پسِ جاں ہیں رسولِ عربیؐ
آپ جب میرے نگہباں ہیں رسولِ عربیؐ

ہم تو اس بات پہ حیراں ہیں زمیں پر اب بھی
کتنی زنجیریں ہیں، زنداں ہیں رسولِ عربیؐ

یہ زمیں جس پہ رکھا تم نے برابر سب کو
اس پہ قابض شہ و شاہاں ہیں رسولِ عربیؐ

آپ نے توڑا تھا جن ذہنوں کا اقراء سے سکوت
پھر وہ خاموش ہیں، ویراں ہیں رسولِ عربیؐ

آپ کی ذات نے بخشا ہے دو عالم کو وقار
''دو جہاں آپ پہ قرباں ہیں رسولِ عربیؐ''

کاش وہ صبح بھی آئے کہ قلم لکھے عدیلؔ
ہم تری فکر کے شایاں ہیں رسولِ عربیؐ

۱۳ اگست ۱۹۹۵ء

A Homage to Karbala*

Give me words worthy of describing Karbala
I'm writing in praise of the martyrs of Karbala

It gave a new message to the world, my friends
Karbala is the prestige of humanity

The problems we face on this earth
Are nothing but the lack of Karbala in our lives

Karbala has given this world
the message of righteousness
The name, Husain*, made Karbala recognized

There are many who desire to see Karbala
There are many who are the ambassadors of Karbala
on this earth

سلام

وہ حرف کر عطا جو ہوں شایانِ کربلا
میں لکھ رہا ہوں مدحِ شہیدانِ کربلا

دنیا کو دے گیا نیا پیغام دوستو
انسانیت کا مان ہے انسانِ کربلا

جو کربلا بپا ہے زمیں پر یہاں وہاں
کچھ بھی نہیں فقط ہے یہ فقدانِ کربلا

دنیا کو کربلا نے وہ پیغامِ حق دیا
نامِ حسینؑ بن گیا عرفانِ کربلا

"دنیا میں کربلا کے مسافر ہزار ہا"
ہیں جا بجا زمیں پہ سفیرانِ کربلا

Oppression was exposed to its heights
As Husain took the battlefield of Karbala

Thousands of your wishes have been fulfilled, Adeel
I hope your desire of visiting Karbala
is realized as well

*Karbala: A place in today's Iraq, where Husain was martyred in 61 Hijra. Also a symbol of good, right, and not to submit to evil forces at any cost in literature and history of mankind.

*Hussain (AS): Son of Fatima and Ali (AS), grandson of Mohammed, the the Prophet (PBUH).

مظلومیت کو فرش پہ معراج ہو گئی
''جب لے لیا حسینؑ نے میدانِ کربلا''

یوں تو ہزار خواہشیں پوری ہوئیں عدیلؔ
اے کاش پورا ہو ترا ارمانِ کربلا

A Wish

Let me torch the dust
Of his footstep, and
Show me the pathway
Mola* chose

After touching it
O God, elevate me to
The heights of my desires!

Mola: Prophet Mohammad (PBUH) gave this title to Ali, his first cousin

ایک آرزو

جو اُن کے قدموں سے اٹھا غبار دے مجھ کو
جہاں سے گزرے تھے مولا گزار دے مجھ کو
میں ان کی خاک کو چھولوں تو تجھ تلک پہنچوں
''عروج اے مرے پروردگار دے مجھ کو''

۷ جولائی ۱۹۹۸ء

Flower-like Children

(To the Mexican Children)

Even after a million years of Adam's punishment
His flower-like children are being brought up
In the filth and dirt of illiteracy
It's a strange sight
How do I write what I have seen?!

I only wish, these children sitting along the road
With their decorated merchandise, were also
Taken to schools, where they could learn
Lessons of wisdom and life
How do I write what I have seen?!

پھول بچّے

(میکسکو کے بچّوں کے نام)

سزائے آدم کے لاکھوں برسوں کے بعد بھی
اس کے پھول بچّے
غلاظتوں کے ہیں درمیاں کیوں
جہالتوں کے ہیں درمیاں کیوں
عجب مناظر مری نظر سے گزر رہے ہیں
میں کیسے لکھوں جو میں نے دیکھا

کنارے رستوں کے کتنے بچّے
سجائے بیٹھے ہیں جو دکانیں
کوئی مکتبوں میں انہیں لے کے جائے
انہیں آگہی کا سبق پڑھائے
یہ کیا زندگی ہے انھیں یہ بتائے
میں کیسے لکھوں جو میں نے دیکھا

These processions of continuing traffic
Bringing the clouds of smoke with them,
Amidst which, these flower-like children
Standing shoeless
Being brought up on streets
Buried in their day-to-day necessities
With tough luck
How do I write what I have seen?!

These flower-like children showing tricks
To catch our attention, and looking at us
as if they were asking
"How come we're so different from you,
when we have a heart which jumps like yours?"
In expectancy, their hearts beat, as a car gets nearer
Perhaps they could make some money
How do I write that millions of them, parentless

یہ موٹروں کا ہجوم پیہم،

دھوئیں کے بادل میں پھول بچے

یہ ننگے پاؤں کھڑے ہوئے ہیں

سڑک پہ چل کر بڑے ہوئے ہیں

ضرورتوں میں گڑے ہوئے ہیں

نصیب ان کے کڑے ہوئے ہیں

میں کیسے لکھوں جو میں نے دیکھا

یہ پھول بچے

دکھا کے کرتب یوں دیکھتے ہیں

کہ جیسے ہم سب سے پوچھتے ہوں

کہ ہم میں تم میں یہ فرق کیسا

ہمارا دل بھی ہے سب کے جیسا

امید سے یوں دھڑک رہا ہے

کہ آنے والی ہے اب جو موٹر

وہیں سے شاید ملے گا پیسہ!!

میں کیسے لکھوں

کہ ایسے لاکھوں یتیم بچے

Sleep and wake up on streets?!
Chasing after money
Which they can never find enough of
How do I write
Their fortunes are like a mirage
If you can read their eyes
These flower-like children have many questions
Inviting the car driver's attention
To see beyond their golden faces

Listen brothers, understand if you can because
These flowers-like faces are saying something to you
in very few words

سڑک پہ سوئیں، سڑک پہ جاگیں
طلب میں پیسے کی دوڑیں بھاگیں
مگر اسے یہ کبھی نہ پائیں
میں کیسے لکھوں
کہ ان کی قسمت سراب سی ہے
سمجھ سکو تو سمجھ لو صاحب
یہ پھول بچے
وطن کے موٹر نشینوں سے یہ
سوالی آنکھوں سے کہہ رہے ہیں
یہ دعوتِ فکر دے رہے ہیں
جو انکی نظریں پہنچ سکیں تو
یہ ان سے آگے نکل سکیں تو
اَٹے ہوئے گرد گرد چہرے
لگیں گے ان کو بہت سنہرے
سنو جو تم سن سکو تو بھائی
یہ پھول چہرے، یہ پھول بچے
صدائیں رستوں سے دے رہے ہیں

They're trying to say
Look at them
Read their eyes
Touch their hearts
And you'll like their faces
How do I just write
Thousands of stories are awaiting
for thousands of days
Asking us and the Creator
When are we going to have a just society?
When will we be closer to each other?!

یہ آج ہم سب سے کہہ رہے ہیں

جو دیکھ پاؤ تو ہم کو دیکھو

ہماری آنکھوں میں آنکھیں ڈالو

بس اک نظر تم جو دیکھ پاؤ

ہمارے دل میں جو جھانک پاؤ

ہمارے چہرے بھلے لگیں گے

میں کیسے لکھوں جو میں نے دیکھا

ہزار چہروں کی داستانیں

ہزار چہروں سے منتظر ہیں

سوالی چہرے یہ پوچھتے ہیں

خدائے برحق

ترے ترازو کے دونوں پلڑے

کب ان کے حق کے نقیب ہونگے

کب ایک دوسرے کے قریب ہوں گے!

۲ دسمبر ۱۹۹۴ء

Dream and Reality

Suddenly, I saw her!
But I kept quiet
With my wandering questions
And gathering thoughts
From imagination

Like live bodies tussle
Into a fisherman's net!
At that very moment,
I couldn't decide as to move or stay
Tell her or just turn back
Be alive or just fall apart
It was a queer feeling!

خواب اور حقیقت

مجھے اچانک نظر وہ آئی!

میں چپ رہا پر

کچھ اس طرح سے

مرے پریشاں سوال ابھرے

تمام سوئے خیال ابھرے

تڑپتی جانوں کو جیسے لے کر

کسی مچھیرے کا جال ابھرے

سمجھ نہ پایا کہ کیا کروں میں

قدم بڑھاؤں کہ ٹھہر جاؤں

جو چند لمحوں میں یاد آیا

اسے سناؤں کہ لوٹ جاؤں

رہوں سلامت کہ ٹوٹ جاؤں

عجیب عالم تھا جسم و جاں کا

I could hardly move
At a moment which felt like a millennium
I thought about revealing
That I was the same person
Once she was so fond of
I thought of reminding her
Of the promises of love and friendship
Yes, I wanted to say some
I wanted to go in that direction

But, suddenly that flower-like child
Who making sand castles on the beach,
Asked me if I could save them from the sea water
He cried: I've been making them since ever,
But how can I stop the sea from destroying
The sea is torturing me, it's washing away my
castles of dreams."
"Let's go mother,
I'm exhausted, you too, let's go mother,
let's go from here,
nothing like our own home!"

قدم نہ اٹھتے تھے شل بدن تھا

گماں یقیں تھا

وہ پل قرن تھا

خیال آیا اسے بتاؤں

کہ میں وہی ہوں

کہ جس پہ تم مہرباں کبھی تھے

خیال آیا اسے جتاؤں

محبتوں کے رفاقتوں کے وہ عہد و پیماں

ہاں میں نے چاہا اسے پکاروں

قدم بڑھانا ہی چاہتا تھا

مگر اچانک وہ بھول بچہ

جو ریت سے گھر بنا رہا تھا

پکار اٹھا

میں کب سے یہ گھر بنا رہا ہوں

مگر سمندر کو کیسے روکوں

کہ میرے گھر یہ گرا رہا ہے
مجھے یہ بے حد ستا رہا ہے

I was listening to the whole conversation
Went from top to bottom in perspiration
Being in light, looked dark
Was I alive or dead?
A queer feeling was there,
In my body and soul

Certainty was in oblivion
A moment was like a millennium
Today's deserts were populated yesterday
Thinking about it and not being sure
As to what to do

یہ میرے خوابوں کے سب گھروندوں کو

ڈھا رہا ہے، بہا رہا ہے

''میں تھک گیا ہوں، تھکی ہو تم بھی

چلو نہ ماں اب چلو یہاں سے

ہمارا گھر ہی ہے سب سے اچھا''

میں سن رہا تھا تمام باتیں

پسینہ ماتھے سے بہہ رہا تھا

تھا روشنی میں پہ گہہ رہا تھا

میں تھا سلامت کہ ڈھہ رہا تھا

عجیب عالم تھا جسم و جاں کا

قدم نہ اٹھتے تھے شل بدن تھا

یقیں گماں تھا

وہ پل قرن تھا

جو آج صحرا ہے کل چمن تھا

اسی تذبذب میں تھا ابھی میں

کہ

میرے ماتھے کو تم نے ہاتھوں نے یوں ہلایا

A little hand shook my forehead
It was my daughter sitting on my bedside
Moving my shoulder
Waking me
Thus, letting me know
The difference between a dream and reality

کہ جیسے مجھ کو جگا رہے ہوں
پلٹ کے دیکھا
تو میری بیٹی سرہانے بیٹھی تھی
میرا کاندھا ہلا رہی تھی
جگا رہی تھی
ہے کیا حقیقت بتا رہی تھی!

۱۶ مئی ۹۴ء

Home

As I glanced his ridden face from the
journey
It struck my eyes like a tempest

I still remember the day
I had left home with hardly
Anything for the journey

Alas, I had to work for a home
Though leaving one behind
I admire those who never leave home
because I was looking for a home
while at home!

Having problems I often tumbled
but the habit of doing whatever I
wanted and
in a hurry, never left me

The people that I do love
One by one left me
Like the tears from eyes

گھر

اسکا چہرہ جو ذرا گردِ سفر سے نکلا
ایک طوفان قیامت کا نظر سے نکلا

یاد کرتا ہوں بہت دیر سے اس وقت کو میں
باندھ کر رختِ سفر جب کہ میں گھر سے نکلا

ہائے وہ لوگ بھی کیا لوگ تھے جو گھر میں رہے
میں تو گھر ہوتے بھی گھر ڈھونڈنے گھر سے نکلا

مشکلیں لاکھ سہیں ٹھوکریں کھائیں اکثر
جلد بازی کا نہ سودا کبھی سر سے نکلا

میں نے جس جس کو بھی چاہا تھا وہ آنسو بن کر
ایک اک کر کے میرے دیدہء تر سے نکلا

I'm only human but remember
The angel who once got his
Wings almost cut, when
He tried to go overboard

Even if I try to remember that
dream
I can't as to why I had taken
This journey from home

تم تو خاکی ہو میاں بات فرشتے کی ہے یاد
اس کا وہ حد سے گزرنا تھا کہ پر سے نکلا

یاد کرنے پہ بھی اب یاد نہیں آتا عدیلؔ
کیا تھا وہ خواب کہ جس کے لیے گھر سے نکلا

۱۱ اگست ۹۴ء

O'Brother!

Waiting for a God
Who resides in you
In solitude or in company
But doesn't care about a big hoopla
He's like a little lamp burning within
you
A candlelight shedding hope

O'Brother, can I say this,
Dim the lights from the outside
Make the soil of your heart fertile
Break temporary, shallow relations
Enlighten from within
Cut off the worldly affairs
Quit sowing the seeds of hatred
Let's submit to love and real
relationships

''بھائی''

بھگوان کا رستہ کیوں دیکھو ہو

بھگوان تو تم میں رہوے ہے

وہ تنہائی میں بولے تم سے

اور محفل محفل ڈولے ہے

اسے رنگ رلیوں سے مطلب کیا

وہ تو بس اک دیا ذرا سا

روشن جو ہر دل کو رکھے

آس کی لو کو جلتی رکھے

ایک بات کہوں میں بھائی

روشنی باہر کی کم کرلو

دل کی مٹی کچھ نم کرلو

عارضی رشتے باہم کرلو

خون میں نفرت بونا چھوڑو

پیار کے آگے سر خم کرلو

O'Brother, let me say this
Bring blood together
Tune hearts in harmony
Once hearts meet hearts, one can see things
He's never seen, realizing dreams

O' Brother,
Wipe the dust off the mirror of your heart,
Pear in
You'll see better within and without
One quiet evening of solitude
With the doors of heart open.
Seek the truth

خون کو یوں مستحکم کر لو
دلوں کا دل سے سنگم کر لو
دیکھو پھر تم جھانک کے دل میں
دیکھو گے تم اس محفل میں
آج تلک جو دیکھ نہ پائے
آج تلک جو ڈھونڈ نہ پائے
ملیں گے وہ سب سپنے دل میں

ایک بات کہوں میں بھائی
آئینے سے گرد ہٹا کر
دل میں تم جب دیکھ سکو گے
آنکھیں کچھ کچھ بینا ہوں گی
کھول کے دل کے سب دروازے

شام کے دھندلے سناٹے میں
بیٹھو گے جب تنہائی میں
لب پہ سچ آ ہی جائے گا

O'Brother can I say this
Why look for love door to door
The love resides within you

And talks to you in solitude or in company
O' Brother, can I say this
Let the doors of your heart open to enlighten you
Look in the courtyard of your heart
Your heart's like a crescent of the moon
Look into it
So many have gathered
They say only good about you
They all love you

ایک بات کہوں میں بھائی

پیار کو دور دور کیوں ڈھونڈ و ہو
پیار تو تم میں ہی رہوے ہے

یہ تنہائی میں بولے تم سے
اور محفل محفل ڈولے ہے

ایک بات کہوں میں بھائی
روشنی باہر کی کم کر لو
کھول دو دل دروازہ اور پھر
روشنی اندر تک آنے دو
دیکھو بھائی دل آنگن میں
دل آنگن جو چاند کا ہالا

دل آنگن میں بہت اجالا
اجیالے آنگن میں دیکھو
کتنے لوگ ہیں حدِ نظر تک
صرف تمہارا دم بھرتے ہیں
دل سے پیار تمہیں کرتے ہیں

Once you start seeing them
You'll see God, too
Those whom you haven't been able to see yet
You'll find those loving humans

O' Brother, can I say this,
Why are you keeping quiet
Say something, talk to me
Open the door, Brother
Look out at your doorstep
There are few good people awaiting
Even God, to see you!

اک بار نظر یہ آ جائیں تو
یوں سمجھو
بھگوان ملے گا
ہاں ابتک جو نظر نہ آیا
وہ پیارا انسان ملے گا

ایک بات کہوں میں بھائی
چپ سادھے کیوں بیٹھے ہو
کچھ تو ہم سے بولو بھائی
دروازہ تو کھولو بھائی
دیکھو تو دہلیز پہ کب سے

کچھ اچھے انسان کھڑے ہیں
ملنے کو بھگوان کھڑے ہیں

۷ ستمبر ۹۴ء

There was a time when
He used to visit me on a daily basis
What's happened that I don't
Hear from him anymore?

There's so much suffocation in the body and soul
At this point in time, that
I wouldn't be surprised if a storm is on its way

You complain about not being in love,
O' take pride in whatever I could do for you!

It's not even worth mentioning
That they had returned from
The waters, thirsty
To roll over the hot sand

I kept staring at your picture
Hoping that lips would
Start moving at any time
And you'd say something . . .

تھا اک زمانہ کہ وہ روز صبح و شام آئے
یہ کیا ہوا کہ نہ خط ہی نہ اب سلام آئے

بہت کٹھن ہے دل و جاں میں اس گھڑی لوگو
عجب نہیں کوئی طوفاں بوقت شام آئے

تجھے گلہ کہ محبت نہ ہم نبھا پائے
ہمیں یہ فخر کہ ہم کچھ تو تیرے کام آئے

یہ کیا بتائیں کہ پیاسے رہے ترائی میں
سلگتی ریت پہ لوٹے تو تشنہ کام آئے

ہم اس امید پہ دیکھا کیے تری تصویر
کہ اب ہو جنبشِ لب اور ترا پیام آئے

Not even a thing could
Replace your memories
Though thousands of thoughts have crossed
my mind

In this prevailing scheme
Of things, I've lived to die,
O'God, remove the patterns of
Your earth and sky

کوئی بھی یاد تمہارا بدل نہ بن پائی
بدل بدل کے ہزاروں خیال خام آئے

ہم اس نظام میں جی کر بھی مر چکے ہوتی
یہ فرش و عرش ہٹا دوسرا نظام آئے

۱۴ اکتوبر ۹۴ء

To say how I feel, I am afraid
To show you the mirror, I am afraid

Whatever in return have I got from my dreams?
To ask you for any dreams, I am afraid

Because friends who did, have left me
To ask you to sit by me, I am afraid

Knowing that we have to part
Even to display my love, I am afraid

Adeel, I've gotten so used to a burning
fire in my heart,
That even to think of extinguishing it, I am afraid

دل میں کیا ہے یہ بتاتے ہوئے جی ڈرتا ہے
آئینہ تم کو دکھاتے ہوئے جی ڈرتا ہے

اپنے خوابوں کی ملی ہیں وہ مجھے تعبیریں
تجھ کو اب خواب دکھاتے ہوئے جی ڈرتا ہے

ہمنشیں ساتھ نہ دے پائے مرا کچھ یوں بھی
تجھ کو پہلو میں بٹھاتے ہوئے جی ڈرتا ہے

ہے یہ دھڑکا کہ بچھڑنا تو ہے اک دن ہم کو
اب محبت بھی جتاتے ہوئے جی ڈرتا ہے

اتنا مانوس ہوا ہے تپشِ دل سے عدیلؔ
صاحبو آگ بجھاتے ہوئے جی ڈرتا ہے

۱۱۰ کتوبر ۱۹۹۴ء

I'm obsessed by my past
I'm here only for a few more days

You aren't able to comprehend
But I belong to the same tale

I had just walked with my head up
Then remembered
That I have no control over life

I've my differences of thoughts
But I'm still walking with the caravan

Expecting that he'll reward
I'm still standing, waiting for kindness

سحر میں رفتگاں کے ہم بھی ہیں
اور کچھ دن یہاں کے ہم بھی ہیں

یہ الگ بات تم نہ پڑھ پاؤ
ورنہ اس داستاں کے ہم بھی ہیں

سر اٹھا کے چلے تو یاد آیا
بس میں عمر رواں کے ہم بھی ہیں

راہ پر اختلاف کے با وصف
ساتھ اس کارواں کے ہم بھی ہیں

اس توقع میں وہ نوازے گا
در پہ اک مہرباں کے ہم بھی ہیں

He seldom comes down to earth
And we think of ourselves high!

I belong to the same India
Where thousands of years of civilization are buried

Not only are the stars in a dilemma
We too are a part of this constellation

وہ بھی کم کم زمیں پہ آتا ہے
اور کچھ آسماں کے ہم بھی ہیں

جس میں صدیوں کی دفن ہے تاریخ
اس ہندوستاں کے ہم بھی ہیں

تمہیں گردش میں صرف تارے ہی
ساتھ اس کہکشاں کے ہم بھی ہیں

۳۱ جنوری ۱۹۹۵ء

Life

This life is like a circle
Pour in colors of love, friendship, and truthfulness
They together make life immortal!
Remember this life is a circle
Sometimes blurred
Sometimes bright
No one has seen the face of real life
But those who never chased after it
Even today, they are alive

زندگی

یہ زندگی ایک دائرہ ہے

دائرے میں رنگ بھر دو

محبتوں کے

رفاقتوں کے

صداقتوں کے

ہاں یاد رکھو

یہ رنگ وہ ہیں

جو دائرے میں اگر ہوں یکجا

تو دائرے کو اُمر یہ کر دیں

ہاں یاد رکھو

یہ زندگی ایک دائرہ ہے

کبھی یہ روشن، کبھی اندھیرا، کسی نے دیکھا نہ اس کا چہرہ

انہیں کبھی یہ نہ راس آئی ہوس میں اس کی جو دوڑے بھاگے

ہاں

آج بھی ہیں وہ لوگ زندہ

The people who drank hemlock
And went for the gallows, with pride
The people, who with happiness and intent
Rejected the norms of life
Got out of vicious circle of life!
This vicious circle is their captive
But still this circle bleeds
Devoid of love, friendship, and truthfulness
Remember, this life is a circle
Fill it with your blood, of true colors
Of love, friendship, and truthfulness!

جو زہر پیتے رہے ہمیشہ

چڑھے تھے سولی پہ فخر سے جو

جو لوگ گھر کو لیے خوشی سے

تمام رسموں کو طاق میں رکھ کے

دائرے سے نکل گئے ہیں

یہ دائرے ان کی قید میں ہیں

مگر یہ کیا ہے

کہ دائرے سے

محبتوں کا، رفاقتوں کا، صداقتوں کا

لہو زمیں پر ٹپک رہا ہے

ہاں یاد رکھو

یہ زندگی ایک دائرہ ہے

اسے تم اپنے لہو سے سینچو

لہو میں تم اپنے رنگ بھر لو

محبتوں کے، رفاقتوں کے، صداقتوں کے

۱۴ ستمبر ۱۹۹۵ء

Dreams don't comply
I just feel better with memories

There was a time I used to sleep well
Now, I just toss and turn

My tears come out in a way
Making his face all over

Your fragrance announces spring's
arrival
Even the trees get dressed in this
welcome

Changing outlook will make the
difference
But people just change the mirrors!

He's the life of this sitting, Adeel
We are just the burning candles!

خواب کب اپنے ساتھ چلتے ہیں
ہم تو بس یاد سے بہلتے ہیں

ہم بھی سوتے تھے اک زمانہ تھا
اب تو بس کروٹیں بدلتے ہیں

اس کا چہرہ سا بن ہی جاتا ہے
اشک جب آنکھ سے نکلتے ہیں

تیری خوشبو بہار کا پیغام
پیڑ تک پیرہن بدلتے ہیں

رخ بدل دیں تو بات بن جائے
لوگ بس آئینے بدلتے ہیں

رونق بزم تو وہی ہے عدیلؔ
ہم تو مانندِ شمع جلتے ہیں

With pride, people watch
The enlightened city from
A distance . . .

So much curse
Descended from the sky
People lost faith in this world

We didn't even trust Him
Being in the company of disbelievers

People don't even bother to glance
If the poor ask for help

How long would they fight hatred?
They were dead tired

شہر روشن کو آن بان سے لوگ
دیکھتے جا کے ہیں مچان سے لوگ

آسماں سے بلائیں وہ اتریں
منحرف ہو گئے جہان سے لوگ

ہم نے اس کو بھی اک گماں جانا
جب ملے ہم کو بدگمان سے لوگ

گر پکارے مدد کو کوئی غریب
جھانکتے تک نہیں مکان سے لوگ

کب تلک نفرتوں سے وہ لڑتے
ادھ موئے ہو گئے تکان سے لوگ

As if someone's awaiting
People leave this world

Dodging destinations, Adeel
People leave their caravans

منتظر جیسے ہو کوئی ان کا
یوں چلے جاتے ہیں جہان سے لوگ

منزلوں کے قریب میں ہی عدیلؔ
بچھڑے جاتے ہیں کاروان سے لوگ

۲۷ جنوری ۱۹۹۶ء

The journey of my dreams
Is melting into tears
And the people I want to walk with
Are changing their paths

Some sow and others reap
The fruits, it's a strange custom

Those dreams like flowers
Which take a lifetime to envision
Vanish within a wink of an eye

A strange suffocation is in my heart
Thought, if it stops I might feel better

Only I know, Adeel, what I went through
Others would've been dead

ہر ایک خواب سفر آنسوؤں میں ڈھل جائے
میں جس کے ساتھ چلوں راستہ بدل جائے

عجیب رسم ہے دنیا میں آب و دانے کی
لگائے تخم کوئی اور کسی کو پھل جائے

وہ پھول خواب جنھیں دیکھنے میں عمر لگے
ذرا سی دیر کو آئے وہ اور مَسل جائے

عجیب گھٹن سی تھی دل میں تو یہ خیال آیا
تھمے جو آج یہ دھڑکن تو جی سنبھل جائے

جو میرے ساتھ ہوا میں ہی جانتا ہوں عدیلؔ
کسی کے ساتھ ہو یہ سب تو دم نکل جائے

۱۲ جون ۱۹۹۵ء

I don't take pride in finding this
world
Having lost the destination I'm still
with the caravan

Those who claimed to be God
Were buried tombless, nameless.

In the midst of a swirl, I thought of
him,
As if my ship's found a rudder

Meeting him again, I realized
I've found the milestone of
destination

What do I write about meeting him,
Adeel,
Meeting him, I found the world!

فخر کیسا کہ ہم کو جہاں مل گیا
منزلیں کھو گئیں، کارواں مل گیا

جس نے دعوی خدائی کا یاں پر کیا
خاک میں اس کا نام و نشاں مل گیا

بیچ منجدھار میں اس کی یاد آ گئی
جیسے کشتی کو اک بادباں مل گیا

اس سے مل کر ہمیں یوں لگا دوستو
جیسے پھر زندگی کا نشاں مل گیا

اس کے ملنے کو میں کیا لکھوں اے عدیلؔ
کیا ملا وہ کہ مجھ کو جہاں مل گیا

۲۹ فروری ۱۹۹۶ء

Awaiting his arrival
Couldn't sleep all night

Exhausted but overpowered
By the memories
What was it that teased me all night?

For who wasn't to come,
Why did I ruin my day in decorating
my house?

It's not even worth mentioning
But, I did talk about my pain
To his picture, all night

راستہ دیکھا کیے، پر وہ نہ آیا شب بھر
اس کی یادوں نے ہمیں خوب جگایا شب بھر

ہم پہ غالب تھی تھکن دن کی مگر سو نہ سکے
جانے کیا بات تھی یوں جس نے ستایا شب بھر

جس کو آنا ہی نہ تھا اس کے لئے کیوں ہم نے
دن بھی برباد کیا، گھر بھی سجایا شب بھر

کیا کہیں اس کو کہ تصویر سے اس کی کل رات
حال دل ہم نے کہا، دکھ بھی سنایا شب بھر

If He knows all secrets, then
Why did He play with my
Sentiments, all night

I couldn't touch but I kept
Him like a fragrance in
My mind, all night

اس کو معلوم ہیں سب راز کی باتیں تو میاں
پالنے والے نے کیوں کھیل رچایا شب بھر

میں اسے چھو تو نہ سکتا تھا مگر میں نے عدیلؔ
دل میں خوشبو کی طرح اس کو بسایا شب بھر

۲۵ فروری ۱۹۹۶ء

At the waters and thirsty,
Our personality is but a mirage

We're the followers of Ali
Though, defenseless against the
injustice!

Every wave of time wipes us out
We are like a book written
On the sand!

What did we do so wrong?
We're still the cursed

The life is passing me by, Adeel
Like a hell

تشنہ لب پر کنارِ آب ہیں ہم
ذات میں اپنی اک سراب ہیں ہم

گو کہ پیروئے بوتراب ہیں ہم
ظلم کے آگے لاجواب ہیں ہم

مٹتے جاتے ہیں موج کے ساتھ
ریت پر لکھی اک کتاب ہیں ہم

کتنی سنگین تھی خطا اپنی!
اب تلک شاملِ عتاب ہیں ہم

زندگی کٹ رہی ہے جیسے عدیلؔ
اپنی ہی جان پر عذاب ہیں ہم

۲۴ مارچ ۱۹۹۶ء

If living in peace, one writes a
Ghazal
Or when fearful, scared, one writes a
Ghazal

I write an elegy when I can't see him
But when my eyes are on him, I
write a Ghazal

We see each other everyday,
But when our eyes meet, I write a
Ghazal

Don't limit yourself while thinking,
When you can really see the world,
you write a Ghazal

These lamps of words don't shed
light
When your heart bleeds, you write a
Ghazal

What is poetry but submission and
prayer, Adeel
When you feel lonely, you write a
Ghazal

زندگی سکھ سے بسر ہو تو غزل ہوتی ہے
یا کوئی خوف ہو ڈر ہو تو غزل ہوتی ہے

لکھوں نوحہ جو اسے دیکھ نہ پائیں آنکھیں
اس کے چہرے پہ نظر ہو تو غزل ہوتی ہے

نظریں نظروں سے ملا کرتی ہیں یوں تو ہر روز
ہاں کبھی خاص نظر ہو تو غزل ہوتی ہے

دائرہ فکر کا محدود نہ ہونے پائے
ساری دنیا پہ نظر ہو تو غزل ہوتی ہے

یونہی روشن نہیں ہوتے ہیں یہ لفظوں کے چراغ
خونِ دل سوزِ جگر ہو تو غزل ہوتی ہے

شاعری کیا ہے تپسیا ہے عبادت ہے عدیلؔ
زندگی تنہا بسر ہو تو غزل ہوتی ہے

۴ مئی ۱۹۹۶ء

After destroying me so recklessly
Where has his excellency is gone

With the rotation of the Earth and
the sky,
The strings of my life are scattering

Being penalized for speaking the
truth
I was awarded my share of the gallows

Useless were those days and nights,
When I couldn't even think of you

I want to cross the river,
Because all my own people are
On the other side

نذرِ محشر بدایونی

گرا کر سب در و دیوار میرے
کہاں ہیں آج کل سرکار میرے

ہیں گردش میں زمین و آسماں اور
بکھرتے جا رہے ہیں تار میرے

میں سچ کہتا ہوں یہ سچ کی سزا ہے
ہیں حصے میں صلیب و دار میرے

تمہاری یاد بھی جن میں نہ آئی
گئے وہ روز و شب بے کار میرے

میں دریا پار کرنا چاہتا ہوں
ہیں سارے لوگ دریا پار میرے

Living forever isn't possible, as a rule
The wind shall blow out the lamps of
life

Don't kill yourself in taming the
breeze
It's not going to happen

Years ago someone knocked at the
door of my heart,
No voices have been heard since

From all the stories in this world
The gist is, it's all my fault
Not anyone's mistake

Fidelity, Devotion, Love, Sin, Deceit
All above are incurable
There is no medicine

ثبات وہم ہے یارو، بقا کسی کی نہیں
"چراغ سب کے بجھیں گے ہوا کسی کی نہیں"

کرو نہ گلشن ہستی تباہ اس کے لیے
نہ ہاتھ آئے گی یارو، صبا کسی کی نہیں

زمانہ گزرا کہ دل پر ہوئی تھی اک دستک
پھر اس کے بعد تو آئی صدا کسی کی نہیں

تمام دنیا کے قصوں سے یہ ملا ہے سبق
قصور سب ہے ہمارا خطا کسی کی نہیں

وفا، خلوص، محبت، گناہ، مکر و فریب
یہ لاعلاج ہیں سارے، دوا کسی کی نہیں

I suspect this entire universe universe is nothing
But an echo, don't try to
Listen to all of the voices

I was overconfident about
My own people, Adeel
But being a fidel
Was of no avail.

مجھے تو لگتا ہے جیسے یہ کائنات تمام
ہے بازگشت یقیناً صدا کسی کی نہیں

بہت بھروسہ تھا ہمکو عدیلؔ اپنوں کا
ہمارے کام تو آئی وفا کسی کی نہیں

۵ دسمبر ۱۹۹۶ء

I kept crying for him,
He never came closer, but does it matter?
I felt this way all my life,
He never became kind, but does it matter?

There must have been a strategic move to
Exclude my name from the top of the list
Though I was being observed so keenly, but
does it matter?

I'm so positive that you're here, near,
somewhere
But it's another thing that you aren't kind
You don't speak my language, but does it
matter?

I encouraged and taught you to love
Devoid of you,
My heart never learned to grow up, but does
it matter?

The people who hold my hands with zeal,
Adeel
Are not the ones that I'm looking for, but
does it matter?

اسے یاد کر کے میں رو لیا، وہ قریب جاں نہ ہوا تو کیا
یہی کیفیت رہی عمر بھر، جو وہ مہرباں نہ ہوا تو کیا

میں ہی حرف حرف تھا جا بجا، میں ہی لفظ لفظ پڑھا گیا
"میرا نام مصلحتاً اگر سر داستاں نہ ہوا تو کیا"

تو یہیں کہیں ہے مرے قریں، ہے مجھے یقیں مرے ہم نشیں
جو تو مہرباں نہ ہوا تو کیا، جو تو ہم زباں نہ ہوا تو کیا

تجھے عشق کرنا سکھا دیا، ترا حوصلہ تو بڑھا دیا
ترے غم میں تیرے فراق میں مرا دل جواں نہ ہوا تو کیا

بڑے ولولے بڑے جوش سے مرے ہاتھ کو ہیں وہ تھامتے
ہے تلاش جسکی عدیلؔ وہ پس جسم و جاں نہ ہوا تو کیا

۲۸ ستمبر ۹۶

Since you weren't there, they asked
And I missed you too, thinking about you

Within no time, the kings turned into paupers
And the talented ones fell to the lowest points in
their lives

Bilaal did call and invite to awaken
From the darkness of the unknown,
But the people never responded

There's a shadow of a ghost that way
Whoever's gone, returned exhausted

I'm coming to satisfy my spiritual needs your way
Though I had made enough gains, in this material
world

Apparently still like as a rock from outside, Adeel
My personality did have its weaker points

بزم میں تیرے نہ ہونے کا سوال آیا بہت
تو نہیں تھا آج تو تیرا خیال آیا بہت

دیکھتے ہی دیکھتے شاہوں کی شاہی چھن گئی
با کمالوں پر زمانے میں زوال آیا بہت

جہل کے سائے میں گہری نیند ہم سوتے رہے
ہاں اذاں دینے کو مسجد میں بلال آیا بہت

سایۂ آسیب ہے مت جانا تم چوتھی طرف
اس طرف جو بھی گیا، واپس نڈھال آیا بہت

تیری جانب آ رہا ہوں روح کی تسکیں کو میں
حسرتیں دل کی میں دنیا میں نکال آیا بہت

ہم چٹانوں کی طرح باہر سے ساکت تھے عدیلؔ
پھر بھی اکثر ذات میں اپنی ابال آیا بہت

ستمبر ۱۹۹۶ء

The dwelling seems old
Is the one of my ancestors' memories

Once there was life all over
Though now a story only . . .

There was love, compassion, regard,
knowledge, and skill
The memories are lovely

Even if I had to give away my life
I've decided to come to you someday

یہ جو بستی سی اک پرانی ہے
میرے اجداد کی نشانی ہے

اک زمانہ تھا زندگی تھی یہاں
اب تو کہنے کو اک کہانی ہے

علم و فن، پیار، شفقتیں، ذہانتیں
یاد اک اک بہت سہانی ہے

تیری خواہش میں چاہے جاں جائے
تجھ تک آنے کی ہم نے ٹھانی ہے

Neither the face nor the features have
remained the same
But the life goes on . . . .

I know you love life Adeel
But this love is indeed the reason for
your sorrows

اب وہ چہرہ نہ اب وہ خد و خال
زندگی جیسی ہے بتاتی ہے

زندگی سے ہے پیار تم کو عدیلؔ
زندگی ہی بلائے جانی ہے

۱۶ اکتوبر ۹۶

Passing through this lonely life, I
discovered
There were many around you, but
you're still on your own

The one who I couldn't find in this
life's carnival is,
The one whom I've awaited all my life

Those stabbing from behind
Lose the trust they were indebted with

Why did they leave us lonely?
Had they waited a moment I would
have gone with them

Why don't you enjoy the last dance o'
moth?
Eventually you'll burn and be one
with this source of light

زندگی تو شاہد ہے عمر بھر میں تنہا تھا
ساتھ لوگ لاکھوں تھے، پر کوئی نہ اپنا تھا

جو نہ مل سکا ہم کو زندگی کے میلے میں
کیا بتایئے اُس کا انتظار کتنا تھا

وار پشت سے کرتے، دل ہی رکھ لیا ہوتا
ایک پل میں کھو بیٹھے اعتبار جتنا تھا

کیوں چلے گئے آخر چھوڑ کر، ہمیں تنہا
دو گھڑی تو رک جاتے ہم کو ساتھ چلنا تھا

روشنی میں پل دو پل رقص کرلیا ہوتا
آخرش تو پروانے تجھ کو جل کے مرنا تھا

Willingly though, we had come in the
light, for a moment
Knowing the sun of sorrows sets by
night

Desiring that vision of infinity Adeel,
sleep
Because while awake, what you had
seen, was a dream

دو گھڑی اجالے میں ہم خوشی سے آئے تھے
آفتابِ غم تجھ کو شام کو تو ڈھلنا تھا

گیان کی تمنا میں اے عدیلؔ اب سو لو
جاگتے میں جو دیکھا ، وہ تو ایک سپنا تھا

۲۲ اکتوبر ۱۹۹۶ء

In just imagination, in thoughts,
what's there?
O' God, in meeting like that, what's
there?

We are the bad ones and the impious
ones
O' holy one, in your pious thoughts,
what's there?

Who made this world, why and how
In these reasonless questions, what's
there?

We complain, don't ever disrespect
sentiments
Smiling, He said, "In sentiments,
what's there"

On barren lands, crops don't grow
In everyday rain, what's there?

We the ones who make and destroy
them, Adeel
In such self-made situations, what's
there?

بس تصور میں، خیالات میں کیا رکھا ہے
اے خدا، ایسی ملاقات میں کیا رکھا ہے

ہم برے بھی ہیں، گنہگار بھی لیکن ناصح
تیرے پاکیزہ خیالات میں کیا رکھا ہے

کیوں بنا، کیسے بنا، کس نے بنایا یہ جہاں
بے سبب ایسے سوالات میں کیا رکھا ہے

ہم نے شکوہ کیا جذبات کی توہین نہ کر
مسکرا کر کہا جذبات میں کیا رکھا ہے

جب زمیں بانجھ ہو، بنجر ہو تو کھیتی کیسی
اس شب و روز کی برسات میں کیا رکھا ہے

ہم انھیں خود ہی سنواریں ہیں، بگاڑیں ہیں عدیل
یار خود ساختہ حالات میں کیا رکھا ہے

۳۰ اکتوبر ۱۹۹۶ء

All my life they were residing in my heart
And I didn't even know

Those eyes were magical
I don't even look at anyone anymore

This strange quietness and darkness
Would've felt like a morning if you
were with me

I forgot everything but my childhood,
though
You turned out to be more skilled!

دل میں آ کر وہ عمر بھر ٹھہرے
اور ہم ان سے بے خبر ٹھہرے

جانے کیا سحر تھا اُن آنکھوں میں
اب کسی پر نہ یہ نظر ٹھہرے

اک عجب خامشی و تاریکی
تم ہو گر ساتھ تو سحر ٹھہرے

بھولے سب کچھ مگر نہ بچپن ہم
تم تو ہم سے بھی باہنر ٹھہرے

When you're confident about your destination, then
Why would you think about the plain of probable?

I was about to leave this abode
But thinking about something stopped me

دل میں جب ہو یقین منزل کا
دشتِ امکاں پہ کیوں نظر ٹھہرے

جانے والے تھے اس جہاں سے عدیل
جانے کیا آج سوچ کر ٹھہرے

۸ فروری ۱۹۹۷ء

After Twenty Years

I heard once
That time was the best healer

That time put dust on all the old faces
But let me tell you the truth, Sahib
It's never happened so

Twenty years have passed
Whenever I dream
I still hear him walk
Face like a red rose
Like a new book
I collect myself and
Try to read but
How can I stop time?
Whenever I try to read
The sun is in my eyes
Telling me, all these
Books are, but a dream

بیس برس بعد

سنا تھا ہم نے۔۔۔

وقت کا مرہم بھر دیتا ہے گھاؤ یہاں سب گہرے

وقت کی گرد میں کھو جاتے ہیں سبھی پرانے چہرے

سچی بات بتاؤں صاحب، ہوا کبھی نہ ایسا

بیس برس سے اوپر گزرے جب بھی دیکھوں خواب

سنوں میں اب بھی اس کی آہٹ دیکھوں سرخ گلاب

چہرہ اس کا سامنے آئے جیسے نئی کتاب

خود کو سمیٹے آنکھیں میچے چاہوں اسکو پڑھنا

پر میں وقت کو کیسے روکوں

جب بھی چاہوں پڑھنا اس کو سورج آنکھ میں آئے

سپنے ہیں یہ ساری کتابیں آ کے مجھے بتائے

The truth is that even today
His face comes to me like an open book
At times I come across a strange surprise
On every page I see his face
Everywhere I notice his memorabilia
Every piece of free time demands the same story
Though I convince myself
That I can never be young again
But your memories always tease me
Maybe I can't be young again,
But your memories always return

سچی بات بتاؤں صاحب، آج بھی ہے یہ حال
چہرہ اس کا سامنے آئے جیسے نئی کتاب

کبھی کبھی تو ہوتی ہے مجھ کو ایک عجب حیرانی---
ہر صفحے پر ایک ہی چہرہ
ہر جا وہی نشانی
ہر فرصت کا لمحہ چاہے پھر سے وہی کہانی

لاکھ کہوں میں جا کے پھر سے آتی نہیں جوانی
یاد کو تیری نام میں کیا دوں ہر دم مجھے ستائے
جا کے جوانی آئے نہ آئے
یاد تیری آ جائے

۱۱ جنوری ۱۹۹۷ء

Life's hidden in the garb of death,
please walk with care
This dirt cures, please walk with care

Everybody has far-fetched ideas
Everyone has something to say, please
walk with care

This earth holds many skies under her
cuff
This is Karbala, so please walk with
care

Where you get the messages of love
That is the city of cruel, so please
walk with care!

This is God's backyard, watch out
He's so near, beware!
Please walk with care!

نہاں فنا میں بقا ہے، ذرا سنبھل کے چلو
یہ خاکِ شفا ہے ذرا سنبھل کے چلو

ہر ایک ذہن میں اندیشہ ہائے دور دراز
ہر ایک لب پہ صدا ہے، ذرا سنبھل کے چلو

ہیں اس کی خاک کے پردے میں آسمان کئی
زمین کرب و بلا ہے ذرا سنبھل کے چلو

جہاں سے تم کو پیام و سلام آتے ہیں
وہ شہر، شہرِ جفا ہے ذرا سنبھل کے چلو

یہ صحن ارضِ حرم ہے بہ احتیاط قدم
بہت قریب خدا ہے ذرا سنبھل کے چلو

Even now, I see a resemblance of someone
in every face
My wounds haven't healed yet, have they?!

These departing moments, I suspect don't
become everlasting
'cause everyone thinks differently

The journey in the bare sun and shoeless
This wound is new, please walk with care!

ابھی کسی کی جھلک ہے ہر ایک چہرے میں
ابھی یہ زخم نیا ہے ذرا سنبھل کے چلو

جدائیاں یہ کہیں دائمی نہ ہو جائیں
مزاج سب کا جدا ہے ذرا سنبھل کے چلو

سفر بھی دھوپ کا ہے اور عدیلؔ تلووں کا
ہر ایک زخم ہرا ہے ذرا سنبھل کے چلو

۱۰ اپریل ۱۹۹۷ء

The Fragrance of Words

Let me tell you
This c·ntury old tale once again
Hoping, perhaps, this time, it might
enlighten
The darkness within you
And maybe, once again
Bring some goodness and refinement to our
homes!

Here and now
Who unfolds every conversation
Who weighs every word which criticizes
Who has time, who cares
Who thinks before the leap

But whenever talking, the fragrance of our
words
Should surround us
If this were to cease
We'd thirst for these words, yet

حرف کی خوشبو

میں یہ صدیوں پرانی اک کہانی
آج پھر تم کو سناتا ہوں
مجھے امید ہے اس بار شاید یہ
تمھارے دل کے سب تاریک گوشوں میں اتر جائے
تمھارے ذہن میں بن کر ضیاء ہر سو بکھر جائے

ہمارے گھر کا یہ ماحول شاید پھر سنور جائے
یہاں پر کون ہر اک بات پر کس سے الجھتا ہے
کسے فرصت کہ وہ ہر بات کی ساری تہیں کھولے
کسے فرصت کہ وہ تنقید کے ہر حرف کو تولے

مگر جب گھر میں باہم گفتگو ہو
تو ان حرفوں کی خوشبو چار سو ہو
اگر یہ سلسلہ دو پل کو ٹوٹے

تو ان حرفوں کو یاں انسان ترسے

This has often happened here
Like judgment's rain, the words poured
Bringing back the past
At times they made us laugh
At times they made us cry

Words can be cruel, but
Let's remove the blinds from heart and minds
We'll find ourselves without a price - with no ego
And we'll see the same words as gifts from God

Please keep talking because words bring life to our homes
There's no wealth greater than being together
And being able to talk
Even the clouds of the worst arguments have a silver lining
Revealing that we still love each other
Leading us towards a message of well being
Love and care!

یہاں یوں بھی ہوا اکثر
قیامت بن کے بھی یہ حرف برسے
قیامت یوں تو اک اک حرف ہم کو
گزشتہ وقت کی یادیں دلاتا ہے
کبھی ہم کو ہنساتا ہے کبھی ہم کو رُلاتا ہے
اگر ہم ایک لمحے کو ٹھہر کر

خود اپنے ذہن سے سارے دلوں کے پٹ ہٹائیں

تو اپنی ذات کیا، اپنی انا بھی
ہم کو بے قیمت لگیں گی

ہمیں یہ حرف ہی رحمت لگیں گے
تو ان حرفوں کو تم آباد رکھو

انھیں سے گھر میں اپنے رونقیں ہیں
کہاں ان کے برابر دولتیں ہیں
یہ آپس کے لڑائی اور یہ جھگڑے

خود ہمیں پیغام خوشحالی سنائیں گے

ہمیں اک دوسرے سے

آج بھی اتنی محبت ہے بتائیں گے!

۲۴ دسمبر ۱۹۹۶ء

I'm setting like a sun
Burning in my own fire, do you even know?!

The stones which didn't break with effort
Are melting in the heat of my sorrows, do
you even know?!

Those who were happy on my misfortunes
I've heard are repenting, do you even know?!

Those who were laying eyes on my pathway,
Now are changing their ways, do you even
know?!

Don't seek unique jewels from above,
They're nurtured by mother earth, do you
even know?!

ہم آفتاب سے، ڈھلتے ہیں کچھ خبر ہے تمھیں
خود اپنی آگ میں جلتے ہیں کچھ خبر ہے تمھیں

جو سنگ ٹوٹ نہ پائے جہاں کی کوشش سے
ہمارے غم سے پگھلتے ہیں کچھ خبر ہے تمھیں

تباہیوں پہ ہماری جو کل تلک خوش تھے
سنا ہے ہاتھ وہ ملتے ہیں کچھ خبر ہے تمھیں

تمھاری راہ میں آنکھیں بچھا رہے تھے کبھی
جو آج راہ بدلتے ہیں کچھ خبر ہے تمھیں

بلندیوں پہ نہ ڈھونڈو کہ جوہر نایاب
زمیں کی گود میں پلتے ہیں کچھ خبر ہے تمھیں

As everyone gets comforted,
I do too, do you even know?!

Like a fish without water, Adeel
Without you, I toss and turn all
night, do you even know?!

زمانہ جیسے بہلتا ہے میری جاں ہم بھی
اُسی طرح سے بہلتے ہیں کچھ خبر ہے تمھیں

ہم آبِ سیم کی مانند ساری رات عدیلؔ
بنا تمھارے مچلتے ہیں، کچھ خبر ہے تمھیں

۱۷ جولائی ۱۹۹۷ء

Having homes, we're seeking peace in
wilderness
Though our heads are on our shoulders

Neither knowledge nor experience are the criterion
Though being skilled, a queer starvation of skill
exists

There were times when I couldn't see you,
Though having eyes,

Neither fragrance nor shade nor flowers in
the garden
Though having leaves and trees, it's a strange
spring

Who should I tell and who'd believe, Adeel
Though having a companion, my journey
was incomplete!

سکون ڈھونڈیں بیاباں میں گھر کے ہوتے ہوئے
عجب سا خوف ہے شانوں پہ سر کے ہوتے ہوئے

نہ علم و فن ہی کسوٹی نہ تجربے سے غرض
عجیب قحطِ ہنر ہے ہنر کے ہوتے ہوئے

رہِ حیات میں ایسے بھی کچھ مقام آئے
تمھیں نہ دیکھ سکے ہم نظر کے ہوتے ہوئے

کہیں نہ خوشبو ، نہ سایہ ،نہ پھول گلشن میں
عجب بہار ہے برگ و شجر کے ہوتے ہوئے

بتاؤں کس کو، کسے آئیگا یقین عدیلؔ
سفر نہ کٹ سکا اک ہمسفر کے ہوتے ہوئے

Having contact with everyone
I went from city to city
Devoid of peace at home
I went from city to city

Those who could find peace at home, stayed
home
People like me went from place to place

I don't have access to my own people
My jewels are buried at the bottom of the sea!

It's strange to mention
I was welcomed and trusted more than
In my own home!

What would I get even if I showed my
wounds?
The people who inflicted them remained
trustworthy

سبھی سے رکھا تعلق نگر نگر ٹھہرے
سکوں نہ گھر پہ ملا جب تو در بدر ٹھہرے

سکون جن کو ملا وہ تو اپنے گھر ٹھہرے
ہم ایسے لوگ زمانے میں در بدر ٹھہرے

جو گھر کے لوگ ہیں اُن تک کہاں رسائی ہے
سمندروں کی تہوں میں مرے گہر ٹھہرے

عجیب قصہ ہے کس سے کریں گلہ یارو
دیارِ غیر میں ہم گھر سے معتبر ٹھہرے

اب اپنے زخم دکھانے سے کچھ نہیں حاصل
جنھوں نے زخم دیئے وہ ہی معتبر ٹھہرے

A queer high and low, I came across
last night
My eyes can't rest anywhere, now

Mirage of the soul, by God, what I
saw
Was, having to live a little, people
stayed forever

Though the whole world loved me,
The ones I love were unaware of it

Only God knows His affairs, Adeel
When He couldn't manage to stay
here,
How can we?!

عجب بلندی و پستی سے میں ملا کل شب
کسی جگہ بھی نہ اب تو مری نظر ٹھہرے

سراب جاں میں خدا جانے کیا نظر آیا
ذرا سا جینے کو یاں لوگ عمر بھر ٹھہرے

زمانہ بھر ہمیں چاہے تو اس سے کیا حاصل
جنھیں بسایا تھا دل میں وہ بے خبر ٹھہرے

خدا کی بات خدا جانتا ہے ، لکھ دو عدیلؔ
وہ خود نہ ٹھہرا یہاں پر تو کیوں بشر ٹھہرے

۶ نومبر ۱۹۹۷ء

I haven't seen him
For a long time
Awaiting a fresh wound
For a long time!

For how long can one solve puzzles
It's about time for him to show up,
It's been long!

Expecting the shadows of love, confession,
and fidelity
This world has been here
For a long time!

The one who was close to my daily affairs
Tell him to come home, it's getting late . . .

Whom do I seek in the evening
Only the shadows remain, it's getting late

The heart's slowed, the pulse down, Adeel
No one should bring any medicine;
it's too late anyway

اُس سے نظر ملائے بہت دیر ہوگئی
اک تازہ زخم کھائے، بہت دیر ہوگئی

کب تک پہیلیوں میں بھلا گفتگو کریں
اب تو وہ آ بھی جائے، بہت دیر ہو گئی

اب تو خلوص، پیار، محبت کی چھاؤں ہو
تجھ کو جہاں بنائے، بہت دیر ہو گئی

جو میری صبح و شام سے بے حد قریب تھا
اس سے کہو گھر آئے، بہت دیر ہو گئی

کس کو بوقتِ شام بھلا ڈھونڈتے ہیں ہم
اب رہ گئے ہیں سائے، بہت دیر ہو گئی

دل تھم گیا ہے، نبض ہے ڈوبی عدیلؔ کی
کوئی دوا نہ لائے، بہت دیر ہو گئی

۲۹ دسمبر ۱۹۹۷ء

On the Departure of My Son

How a father becomes so dependant
on his son, Adeel
Only now I realize, since he's gone,
Adeel

Remember! You'd left someone, too, once
What are you thinking and why are you so sad,
Adeel

Having it all but him exposes
How helpless a person can be, Adeel

Once I stop breathing
The references will change, too
The same people will call me deceased, Adeel

If this is life and what you call living
How many more days do I have to live, I don't
know, Adeel

بیٹے کے رخصت ہونے پر

باپ بھی بیٹے کا ہو جاتا ہے محکوم عدیلؔ
ہم نے سمجھا ہے جدائی کا یہ مفہوم عدیلؔ

تو بھی تو چھوڑ کے آیا تھا کسی کو اک دن
پھر ہوا جاتا ہے کیا سوچ کے مغموم عدیلؔ

آج سب کچھ ہے پہ دن اس کے یہ آتا ہے خیال
کتنا محروم ہے، محروم ہے، محروم عدیلؔ

سانس ٹوٹی تو حوالے بھی بدل جائیں گے
پھر ہمیں لوگ پکاریں گے کہ مرحوم عدیلؔ

زندگی یہ ہے اگر، کہتے ہیں جینا اس کو
کتنے دن اور ہے جینا نہیں معلوم عدیلؔ

۲۴ اگست ۱۹۹۷ء

In the same moment she embraces and forgets
She knows the art of making you cry so well!

There was a queer glow in the atmosphere
They were talking about the way you smile

What do I write about the closeness to her?
I care neither about myself nor this world

Had you been with me,
I was determined to grow flowers in desert!

I don't care of being lighted or extinguished
Though the task of shedding light is difficult

پل میں اپنا کے بھول جانے کا
اُس کو آتا ہے فن رُلانے کا

اک عجب روشنی فضا میں تھی
ذکر تھا تیرے مسکرانے کا

اس کی محرومیت کا حال کیا لکھیں
فکر اپنی نہ غم زمانے کا

تم تھے جب ساتھ تو ارادہ تھا
تپتے صحرا میں گل کھلانے کا

جلنے بجھنے کی مجھ کو فکر نہیں
کام مشکل ہے جھلملانے کا

The wind won't favor fate
Because this lamp is to be used at home

It's difficult but what can be done
To forget after looking at her

The desires are awake, Adeel
Let's see what time has for me

راس اس کو ہوا نہ آئے گی
یہ دیا گھر میں ہے جلانے کا

کام مشکل بہت ہے کیا کیجے
دیکھ کر اس کو بھول جانے کا

جاگتی ہیں امنگیں جاگیں عدیلؔ
دیکھ لیں رخ ہے کیا زمانے کا

۱۸ جنوری ۱۹۹۸ء

What'll happen
After the candle burns
What'll happen when night falls

Those who are killed
Can't explain
What'll happen after the arrow leaves the bow

Alright I'll walk with you, but
What'll happen after we walk together

You're so proud of your sun
What'll happen after it sets

I ponder as the night passes,
What'll happen at sunrise

شمع جلنے کے بعد کیا ہو گا
رات ڈھلنے کے بعد کیا ہو گا

قتل جو ہو چکے بتائیں کیا
تیر چلنے کے بعد کیا ہو گا

چلیئے چلتا ہوں ساتھ ساتھ مگر
ساتھ چلنے کے بعد کیا ہو گا

اس قدر ناز اپنے سورج پر
اسکے ڈھلنے کے بعد کیا ہو گا

رات اس سوچ میں گزرتی ہے
دن نکلنے کے بعد کیا ہو گا

All is so attached to this life
What'll happen after we die

O' breeze, do the flowers know
What'll happen after you blow

ہیں یہ سب جان کے جھمیلے تو
دم نکلنے کے بعد کیا ہو گا

اے صبا کیا خبر گلوں کو ہے
تیرے چلنے کے بعد کیا ہو گا

۳۱ جنوری ۱۹۹۷ء

Even if I be patient
What'll happen,
After filling up the cup of wine
What'll happen

Everyday you ask to talk
What'll happen if we talk

Whom would you criticize
What'll happen if I die

I continued the war
Knowingly
What'll happen after the peace

So the people, who try to appear well,
know
What'll happen if they do look so
good

صبر کرنے کے بعد کیا ہو گا
جام بھرنے کے بعد کیا ہو گا

روز کہتے ہو بات کرنے کو
بات کرنے کے بعد کیا ہو گا

کس پہ تنقید تم کرو گے میاں
میرے مرنے کے بعد کیا ہو گا

جنگ جاری رکھی کہ تھا معلوم
صلح کرنے کے بعد کیا ہو گا

کچھ خبر ہے سنورنے والوں کو
یوں سنورنے کے بعد کیا ہو گا

Don't try to color your life so much
What'll happen if the color fades

Gluing the pieces of life together,
Adeel
What'll happen if it shatters

زندگی میں نہ اتنا رنگ بھرو
رنگ اترنے کے بعد کیا ہو گا

ہے جو شیرازۂ حیات عدیلؔ
یہ بکھرنے کے بعد کیا ہو گا

۱۸ جنوری ۱۹۹۸ء

On the Sudden Death of My Nephew, Hassan

My Hassan's beauty was the decor of the garden of my life
You're the most powerful, you could've let him live a little longer!

Thirty-eight years of life
I never had experienced a tougher day than this

Your uncle doesn't like to be quiet in love,
Wake up and let's meet
There'll be days ahead in life to sleep

We'd met after ten years
And not even the interest of those years was paid

Come back! This is not the right time for you to go
If God is insisting, let him wait a few more days

بھتیجے حسن کی اچانک موت پر

تھا حُسنِ چمن میرا حسن، قادرِ مطلق
کیا تیرا بگڑتا جو یہ جیتا کوئی دن اور

اڑتیں برس ہم بھی جیے تیرے جہاں میں
پر آج سے بھاری تو نہ دیکھا کوئی دن اور

بھاتی نہیں چاچا کو محبت میں خموشی
اب اُٹھ کے ملو، سونا سلاتا کوئی دن اور

دس برسوں کے بعد ہم سے ملے آپ تھے بیٹا
دس برسوں کا قرضہ تھا چکانا کوئی دن اور

لوٹ آؤ یہ جانے کا زمانہ نہیں بیٹا
رب کرتا ہے کرنے دو تقاضا کوئی دن اور

You left us, my son
As if every moment of life has turned
into death
Alas, we're to live!

You had brought life to my barren
house
It doesn't seem right to depart that
early
Please stay a little longer

We're alive today in your mourning
and funeral
As if we've yet to live and weep more
in your sorrow!

تم چھوڑ گئے ہم کو کچھ اس حال میں بیٹا
ہر لحہ ہے اک موت، پہ جینا کوئی دن اور

رونق تھی تیرے دم سے میرے گھر میں بھی بیٹا
اچھا تھیں جانا ترا ۔۔ رہتا کوئی دن اور

ہیں آج جو زندہ تری تدفین میں شامل
قسمت میں ہے لکھا ابھی رونا کوئی دن اور

۲۲ اپریل ۱۹۹۵ء
(غالب کی زمین)

That Young Demise! !

(An elegy on the death of the young nephew, Hassan)

I cried and asked for His help
But my prayers went unanswered that
day
He must have been busy and angry
Or maybe my prayers weren't up to
the mark
I'm sure He was there for a moment
to see that
Smiling fresh face of my Hassan

اپنے بھتیجے حسن کی جوان موت پر

بہت گڑگڑا کر دُعائیں تھیں مانگیں
بہت رو کے ہم نے پکارا تھا اُس کو
مگر کیا بتائیں
نہ جانے کہاں آج مصروف رب تھا
نہ جانے دُعا میں ہماری کمی تھی
یا پھر اسکی رحمت ہی ہم سے خفا تھی

یہ میں جانتا ہوں
مجھے یہ یقیں ہے
کہ اک لمحے کو وہ بھی آیا تو ہوگا
بشاشت وہ چہرے کی دیکھی تو ہوگی
یقیں ہے
کہ اس وقت میرا حسن بھی
اُسے دیکھ کر مسکرایا تو ہوگا!!

جو تشنہ رہیں
ایسی سب خواہشوں کا

Who must have recited the lessons of
unfulfilled human desires
As He was embracing him!
Oh, God! You know all
You're the one who blows the first
breath of life in us
And we know it
You create the buds and flowers and
let them bloom
But why do you negate the right of
their existence and laughter
sometimes,
And let us drown in the sea of pain
You know about the unknown
What do I know?!
Had I the foresight, I could've been
present
Alas! I could have saved him when he
was asking for help

سبق اپنے رب کو سنایا تو ہوگا

گلے اس کو رب نے لگایا تو ہوگا!

مگر اے خدا

تو تو سب جانتا ہے

تجھی نے طلب کی یہ لَو کی ہے روشن

تجھی نے تو ہم سب کو جینا سکھایا

یہ تیری ہے دنیا، تو ہے اس کا مالک

یہ ہم جانتے ہیں، یہ سب مانتے ہیں

ہیں تیری ہی تخلیق غنچے یہ کلیاں

تو پھر اپنی تخلیق کی یہ نفی کیوں

تو پھر کھلتے غنچوں کو کیوں کر مسلنا

عطا کیوں کئے ہیں

یہ غم کے سمندر، یہ اک پل کا ہنسنا!

تجھے تو خبر ہے

تجھے کیا بتائیں

ہمیں بھی اگر غیب کا علم ہوتا

جدائی کے لمحے میں ہم بھی پہنچتے

I'd never let him sob, the way He did
And perhaps, he'd have smiled too, to
see me there!
But even if I'd reached I wouldn't
have instilled life in him
As helpless as I am, 'cause I'm no
messiah!
And then I reached when it was too
late,
And I had to see what I'd never
imagined
There he was lying like a sheer sadness
on his bed
Lips silent, heart still, nothing but
quietness
Yet to my surprise, there was strange
freshness on his face
As if he'd submitted to God's will
with a smile
Leaving us in everlasting sorrow and
awe!?

حسن کو اکیلا سسکنے نہ دیتے

وہ شاید ہمیں دیکھ کر مسکراتا

مگر کیا کہیں ہم وہاں تک نہ پہنچے

نہ تو واں پہ آیا

اگر ہم سے معذور و مجبور بندے
پہنچتے بھی، تو کیسے اس کو جگاتے
کہ ہم میں کوئی بھی مسیحا نہیں تھا!
بہت دیر کر دی پہنچنے میں ہم نے
نہیں دیکھنا تھا جو منظر وہ دیکھا

کہ بستر پہ اسکے اداسی بچھی تھی

نہ لب ہل رہے تھے، نہ دل مضطرب تھا
بس اک خامشی تھی
عجب سی بشاشت تھی چہرے پہ پھر بھی

مشیت پہ رب کی حسن خندہ زن تھا
تو ہم اپنی قدرت پہ ماتم کناں تھے!

حیرت زدہ تھے!!

۱۴ ستمبر ۱۹۹۶ء

Which to hide, which to show
There were so many wounds
Which to sew

I would have melted like a candle
Had he shown a little desire to reconcile

If someone had even wet eyes for me
I'd have given my blood for him

If the sky had known my intentions
The paradise gate keeper would have washed
His hands with my tears

کسے چھپاتے بھلا کس کو روبرو کرتے
ہزاروں زخم تھے کس کس کو ہم رفو کرتے

ہم ایک پل میں پگھل جاتے موم ہو جاتے
ذرا جو ملنے کی وہ ہم سے آرزو کرتے

کسی کی آنکھ ہمارے لیے جو نم ہوتی
ہم اپنے دل کو کبھی کے لئے لہو کرتے

ہمارے دل کا جو احوال جانتا یہ فلک
ہمارے اشکوں سے رضوان بھی وضو کرتے

The menace of wars would have
vanished from this world
If people would have been civilized
enough to talk

If justice had prevailed in this world,
Adeel
I would have never begged to die

جہاں سے جنگ و جدل رفتہ رفتہ مٹ جاتے
ذرا سلیقے سے جو لوگ گفتگو کرتے

جو عدل ہوتا تو دنیا سے دل لگاتے عدیلؔ
جہاں میں لوگ نہ مرنے کی آرزو کرتے

۱۱ اپریل ۱۹۹۸ء
(آتشؔ کی زمین)

Starvation compels one to emigrate
We don't belong here, but we're here!

Where are they, for whose well being
Even the houris and paradise would
come to earth

Burning in my own fire for others,
I drowned myself to be here

Don't look for us 'cause we're not to
be found there,
Our landmarks have also traveled
with us

Adeel, to whom should I complain
I was calling the realities while
ambiguities followed.

شکم کی آگ بجھانے یہاں چلے آئے
کہاں کے لوگ تھے ہم سب کہاں چلے آئے

وہ لوگ اب کہاں جن کی مزاج پُرسی کو
ذرا سی دیر میں حور و جناں چلے آئے

خود اپنی آگ میں جلتے ہیں ہم جہاں کے لیے
وہاں پہ ڈوب گئے جب یہاں چلے آئے

ہمیں نہ ڈھونڈو کہ اب ہم نہ مل سکیں گے تمھیں
ہمارے ساتھ ہمارے نشاں چلے آئے

عدیؔل اس کا گلہ بھی کرے تو کس سے کرے
حقیقتوں کو صدا دی گماں چلے آئے

۱۸ مئی ۱۹۹۸ء

Even if you extinguish the glowing
Writing on the wall, so what?!
Realities can't be hidden

Love nurtures the garden
Even if you sow the seed of hatred, so what?!

Your tone reflects the bitterness of your mind,
If your words pretended love, so what?!

My love was turned into punishment,
If he hurt me like that, so what?!

The whole garden was burning in the flames of hatred
If you could grow a flower in the desert, so what?!

The colors on your face couldn't be hidden
from me Adeel
Though you tried to hide your secret,
so what?!

روشن عبارتوں کو بجھایا تو کیا ہوا
زندہ حقیقتوں کو چھپایا تو کیا ہوا

گلشن کی پرورش تو محبت سے ہی ہوئی
نفرت کا تم نے بیج لگایا تو کیا ہوا

ترشی تمہارے ذہن کی لہجے میں آ گئی
لفظوں سے تم نے پیار جتایا تو کیا ہوا

میری محبتوں کو سزا میں بدل دیا!
دل میرا اس نے ایسے دُکھایا تو کیا ہوا

گلشن تمام جل گیا نفرت کی آگ میں
صحرا میں کوئی پھول کھلایا تو کیا ہوا

چہرے کے رنگ ہم سے کہاں چھپ سکے عدیلؔ
یوں دل کا راز تم نے چھپایا تو کیا ہوا

۳۰ جولائی ۱۹۹۸ء

Our leaders directed us in one direction,
Though we went just the other way

Nothing is a secret, everyone knows
Where His Highness goes in that direction

Where do we take off, where do we retire
this load of life, in which direction?!

Praying for the destination
I don't care where the shadow of the wall falls

Leaving the footsteps of my house,
I never thought where the speed of time
Would take me

لے آئے ہمکو قافلہ سالار کس طرف
جانا کہاں تھا آگئے ہم یار کس طرف

کچھ بھی چھپا نہیں ہے سبھی جانتے ہیں یہ
چھپ کر گلی میں، جاتے ہیں سرکار کس طرف

کس جا اسے اتاریں، سبکدوش کیسے ہوں
لے جائیں اب حیات کا یہ بار کس طرف

بس یہ دعا ہے جلد ملے منزلِ حیات
پروا نہیں، ہے سایہ دیوار کس طرف

دہلیز گھر کی چھوڑی تو یہ سوچنا ہی کیا
لے جارہی ہے وقت کی رفتار کس طرف

A flowerbed is not a cure for blistered feet
Call me, valley of thorns, wherever you are

Those who were partners in power, yesterday
Are showing me today, the way to the gallows

If you read history, when it came to the real test,
You'll find which side did the crown go, and where the heads fell

Now, I can't take it anymore, Adeel
Let the tone of my speech take me anywhere

گُل گشت سے ہم آبلہ پاؤں کا کیا علاج
آواز دے ہے وادیٔ پُرخار کس طرف

کل تک جو تخت و تاج میں میرے شریک تھے
بتلا رہے ہیں آج وہ ہے دار کس طرف

تاریخ پڑھ کے دیکھو ذرا اہلِ جاہ کی
سر کس طرف گرے گئی دستار کس طرف

اب ضبط و احتیاط کی ہمت نہیں عدیلؔ
لے جائے جانے لہجۂ گفتار کس طرف

۱۵ ستمبر ۱۹۹۸ء

My dreams are shattering gradually
The colors of the mirage are changing
Gradually

They don't even realize that death acts
suddenly
The roses in the garden are blooming
Gradually

The body of the candle isn't the same as it
was at night,
Its beauty and youth are melting
Gradually

Morning is the fate of each night, the sun
will rise
The veil of time from every face will lift
Gradually

Adeel, tell them to live until this evening
Since the color of the sun will change
Gradually

بکھرتا جائے ہے آنکھوں میں خواب آہستہ آہستہ
بدلتا جائے ہے رنگِ سراب آہستہ آہستہ

خبر اُن کو نہیں شاید قضا دَم بھر میں آتی ہے!
کھلے ہیں اِس چمن میں جو گلاب آہستہ آہستہ

کہاں اب شمع کا وہ رُوپ جیسا اوّلِ شب تھا!!
پگھلتا جائے ہے حسن و شباب آہستہ آہستہ

ہر اک شب کا مقدّر ہے سَحر، سورج تو نکلے گا!
اُٹھے گی سب کے چہرے سے نقاب آہستہ آہستہ

عدیلؔ اُن سے کہو جی لیں ابھی وہ شام ہونے تک
بدل جائے گا رنگِ آفتاب آہستہ آہستہ

اکتوبر ۱۹۹۸ء

The rewards of my fidelity were unmatched
Instead of love, I was entangled in hatred's web

As relationships grew, problems multiplied,
We were in a strange company of the greats!

Queer was the decision of ending all ties
Though you were not at my home, your thoughts were

Being proud doesn't suit anyone
Those who walk with heads high, fall

Searching for answers in this world, Adeel
I found just questions in response to questions

صلے وفا کے ہمیں کیسے بے مثال ملے
محبتوں کی جگہ نفرتوں کے جال ملے

بڑھا جو ان سے تعلق تو مسئلے بھی بڑھے
عجب طرح کے ہمیں صاحبِ کمال ملے

عجب تھا فیصلہ، ترکِ تعلقات کے بعد
ملا نہ گھر میں ہمیں تو، ترے خیال ملے

غرور اتنا مناسب نہیں ذرا سوچو
جو سر اُٹھا کے چلے ہیں اُنہیں زوال ملے

جواب ڈھونڈتے پھرتے رہے جہاں میں عدیلؔ
ہمیں سوال کے بدلے میں بس سوال ملے

۱۲ ستمبر ۱۹۹۸ء

Like a play-field after the game
I'm in my home as leftover stuff

I've seen strange miracles of titles
Purdits speaking like God

Keep to your states of "the best of creatures"
If you're human being, behave humanely

What's in one's heart only God knows
Why do read everyone's face like the Quran

بعد از تماشا کھیل کے میدان کی طرح
ہم گھر میں ہیں بچے ہوے سامان کی طرح

دیکھے عجیب ہم نے لقب کے یہ معجزات
پنڈت بھی بولنے لگے بھگوان کی طرح

پاسِ لقب ضرور ہے اے اشرفِ جہاں
انسان ہے، بسر بھی کر انسان کی طرح

دل میں کسی کے کیا ہے خدا جانتا ہے بس
کیا سب کے چہرے پڑھتے ہو قرآن کی طرح

How would you bring his tone in your
writing
Though you do try to write like Irfan*

Adeel's love is not like an angel's love
He loves everyone as a human being

* Irfan Danish Sikanderi

عشق عدیؔل عشق فرشتہ نہیں جناب
ہم سب سے پیار کرتے ہیں انسان کی طرح

لہجہ کہاں سے لاؤ گے اسکا میاں عدیؔل
غزلیں تو لکھتے پھرتے ہو عرفاؔن * کی طرح

۱ اپریل ۱۹۹۹ء

* عرفان دانش سکندری

I keep trusting you
Repeating the mistake now and then

Writing the story of fidelity everyday
Breaks my fingers

There's nothing more precious than life
And, I'm ready to sacrifice it for you

The person who doesn't even know the
principles of fidelity
I don't know why I love him

All that remained was the garb of clay
And even that I keep breaking into pieces

آپ کا اعتبار کرتا ہوں
یہ خطا بار بار کرتا ہوں

لکھ کے قصہ وفا کا روز میاں
انگلیوں کو فگار کرتا ہوں

اس سے پیاری کہاں کوئی شئے ہے
"جان تجھ پر نثار کرتا ہوں"

جو نہیں جانتا وفا کے اصول
جانے کیوں اس سے پیار کرتا ہوں

خاک کا پیرہن ہی باقی تھا
اس کو بھی تار تار کرتا ہوں

Drowned in your memory
I count these moments in ecstasy

Who has already gone
I pray for his return, a thousand times

Though he won't return from this journey
But I still wait for him

تیری یادوں میں ڈوبے لمحوں کو
بے خودی میں شمار کرتا ہوں

جانے والے سے لوٹ آنے کی
منتیں میں ہزار کرتا ہوں

وہ نہ لوٹے گا اِس سفر سے عدیلؔ
پھر بھی میں انتظار کرتا ہوں

۱۱ اپریل ۱۹۹۹ء

A breaking heart makes all sounds
Cruelties and injustices of all sorts

Be happy and live forever:
I've with me, my mother's prayers of
all sorts

This eye never gets wet
Though all sorts of clouds surround
my heart

I burn like a lamp
Ask me about all sorts of winds

نذرِ میرؔ

ٹوٹے دل کی صدائیں کیا کیا ہیں
"جور کیا کیا، جفائیں کیا کیا ہیں"

خوش رہوں، حشر تک رہوں زندہ
ساتھ ماں کی دعائیں کیا کیا ہیں

آنکھ یہ پھر بھی نم نہیں ہوتی
دل سے اٹھتی گھٹائیں کیا کیا ہیں

جلتے ہیں ہم چراغ کی مانند
ہم سے پوچھو ہوائیں کیا کیا ہیں

The one who's angry, I wish
Could listen to my heart making all
sorts of sounds

Think about life for awhile, Adeel
There all sorts of sins here

روٹھنے والا کاش سُن سکتا
میرے دل کی صدائیں کیا کیا ہیں

لمحہ دو لمحہ زندگی میں عدیلؔ
سوچئے تو خطائیں کیا کیا ہیں

۱۴ اپریل ۱۹۹۹ء

Dedicated to Ubaidullah Aleem

I'm a sinner so why concessions, O' God
How come you are so kind to me

Even love's been polluted
Look what kind of staves have been tied to
my name

Where my ashes come from
I've to go back there
What journey and travelogns are you talking
about

What kind of seeds were sown
And what's been reaped
How come the plants of love bore hatred?!

Light the candles of love
And conquer hearts
Our elders left such idioms

نذرِ عبیداللہ علیم

گناہگار جہاں ہوں رعائتیں کیسی
مرے خدا ہیں یہ مجھ پر عنائتیں کیسی

محبتوں میں ملی ہیں کثافتیں کیسی
جڑی ہیں نام سے میرے حکایتیں کیسی

اُڑی تھی خاک جہاں سے وہیں پہ جانا ہے
سفر کہاں کا میاں اور مسافتیں کیسی

کہاں کا بیج لگا تھا، ثمر یہ کیسا ہے
محبتوں کے شجر پر عداوتیں کیسی

جلاؤ شمع محبت دلوں میں گھر کر لو
بزرگ چھوڑ گئے ہیں کہاوتیں کیسی

Passing happiness for a moment
Is a great blessing
What kind of prayers are those
Which hurt someone's heart

Since the elders are no longer with us
Now we remember their blessings

While we were in the heavens
Earth was so peaceful
Look all sorts of calamities
Have landed with us

The ones, for whom we almost got killed for
Are now playing politics with us

Don't misuse a lamp of prayers
What use are those prayers that burn
someone's house

Don't listen to one but look into mirror
Why do you even hate yourself

بڑا ثواب ہے دینا خوشی بھی پل بھر کی
کسی کے دل کو دکھا کر عبادتیں کیسی

بزرگ پاس نہیں آج تو خیال آیا
ہمیں تھیں گھر میں میسر سعادتیں کیسی

تھے آسماں پہ تو کتنا سکوں زمیں پہ تھا
ہمارے ساتھ میں اتریں قیامتیں کیسی

وہ جن کے واسطے ہم اپنی جاں پہ کھیل گئے
وہ ہم سے کھیل رہے ہیں سیاستیں کیسی

ہے آرتی کا دیا۔اس سے اور کام نہ لو
کسی کے گھر کو جلا کر عبادتیں کیسی

کسی کی بات نہ مانو یہ آئینہ دیکھو
خود اپنے آپ سے یارو عداوتیں کیسی

Those whom we considered dear
Turned out to be enemies
Look what sort of friendships did we have

My light used to bother you
So why complain, since I'm extinguished

This world has strange ways, let's go, Adeel
These times suit them who can't see far

عزیزِ جاں جنہیں رکھا وہ دشمنِ جاں ہیں
ہمارے حصّے میں آئیں رفاقتیں کیسی

ہماری روشنی تم کو گراں گزرتی تھی
جو آج بجھ گئے ہم تو شکایتیں کیسی

عجیب طور ہیں دنیا کے اب عدیلؔ اٹھو
یہ دور کم نظراں ہے وضاحتیں کیسی

۲ ستمبر ۱۹۹۸ء

Albania

They say every house is full of corpses, let's
go and see
The streets are decorated with ammunitions,
let's go and see

This time, there's a strange fair, even the
Fort's decorated
City-walls are embedded with the sign's of
crucification, let's go and see

In lust of this world why do you forget,
There are hopes awaiting at home, let's go
and see

My friend, if you've time, get out of your
house
The epitaphs, the graves, let's go and see

Just thinking of worldly affairs won't take
you anywhere, Adeel
We've been hearing about Heaven and Hell,
let's go and see

البانیہ

سنا ہے ہر اک گھر میں لاشیں پڑی ہیں، چلو دیکھ آئیں
کہ بارود سے ساری گلیاں سجی ہیں، چلو دیکھ آئیں

عجب شہر میں اب کے میلہ لگا ہے، کبھی کچھ سجا ہے
فصیلوں کے اوپر صلیبیں جڑی ہیں، چلو دیکھ آئیں

ہوس میں کمانے کی دنیا کو کیوں بھول بیٹھے ہو، گھر میں
میاں دست بستہ امیدیں کھڑی ہیں، چلو دیکھ آئیں

مرے دوست تم کو جو دو پل ہو فرصت تو گھر سے نکل کر
جو کتبے لگے ہیں، جو قبریں بنی ہیں، چلو دیکھ آئیں

بس اک فکرِ دنیا سے کیا ہوگا حاصل عدیلؔ اب سدھارو
کہ جنت جہنم کی باتیں سُنی ہیں، چلو دیکھ آئیں

۱۹ مارچ ۱۹۹۹ء

I have to give him the news, once again, today
Burning desires are to be cooled off , once
again

O' my admirers, sharpen your knives
The wounds are about to heal,
It's time for inflicting new wounds, once
again

Life's knocking on my door
I'm trying to find a way to avoid it, once
again

Looking for something you won't find here,
Sahib
My ancestors lived in a palace, it's my humble
dwelling

There goes someone again, not to return
From a journey, whose objective is to make
us weep all our lives

آج پھر ہمیں ان کو یہ خبر سنانا ہے
جاگتی امنگیں ہیں پھر انہیں سلانا ہے

ہم کو چاہنے والو، نشتروں کو رکھو تیز
زخم بھرنے والے ہیں، گھاؤ پھر لگانا ہے

دے رہی ہے وہ دستک، اور آج پھر ہم کو
زندگی سے بچنے کا ڈھونڈنا بہانا ہے

ڈھونڈتے ہو تم جو کچھ، وہ یہاں نہیں صاحب
قصر میں رہے تھے جو یہ غریب خانہ ہے

جارہا ہے پھر کوئی لوٹ کر نہ آنے کو!!
اس سفر کا مقصد تو عمر بھر رُلانا ہے

How long can one live so lonely in this
world fair
On one side is love, the other time

How can they lead who themselves
Have no sense of direction

In blurring evening light, finally think Adeel
Who to remember and who to forget?!

کب تلک رہیں تنہا زندگی کے میلے میں
اک طرف محبت ہے، اک طرف زمانہ ہے

راہ کیا دکھائیں وہ خود جنہیں نہیں معلوم
کس طرف سے آئے ہیں کس طرف کو جانا ہے

شام کے دھندلکے میں سوچ اے عدیلؔ آخر
"کس کو یاد رکھنا ہے کس کو بھول جانا ہے"

۱۴ نومبر ۱۹۹۵ء

All my life I've been thinking of seeing him
Asking myself the same question that I
couldn't resolve

Don't talk about the one who couldn't find
you
because the one who could find you fell too

There were children who never reached youth
There were many elders in this town who
acted young

The people with little know-how prospered,
Adeel
Why were the ones who knew more under the
king's rage?!

زندگی بھر اس کے ملنے کا خیال آتا رہا
حل نہ جس کو کر سکے وہ ہی سوال آتا رہا

جس کو تو حاصل نہ ہو پایا نہ اس کی بات کر
مل گیا تو جس کو اس پر بھی زوال آتا رہا

کتنے بچپن تھے جو محروم جوانی ہی رہے
اور اس بستی میں بوڑھوں پر جمال آتا رہا

پھولتے پھلتے رہے یاں بے ہنر کیوں اے عدیلؔ
کیوں عتابِ شاہ میں دستِ کمال آتا رہا

۲۷ جولائی ۱۹۹۷ء

Ode to the Innocence and Compassion of a small Boy

As driving by
Day dreaming and singing
On my way to office
Suddenly a strange sight struck me!

There was a boy leaning against a
Lamp post, looking with
Pathos and desire
As if telling everyone of us

ایک معصوم بچّے کی حسرت و یاس کے نام

میں اپنی گاڑی میں گنگناتا
قلعے بناتا، قلعے گراتا
رواں دواں تھا کہ پہنچوں دفتر
مگر اچانک
مری نظر نے۔۔
سڑک پہ دیکھا عجیب منظر!
بہت سویرے
سڑک کے نکڑ پہ
ایک بچّہ
بڑے سکوں سے
گلی کے کھمبے سے سر لگائے
رواں دواں گاڑیوں کی جانب
بہت ہی حسرت سے تک رہا تھا
کہ جیسے
ہم سب سے کہہ رہا ہو

That all the kids in the neighborhood
have
Just taken the school bus
Is there someone who after washing
and feeding
Could put me on the school bus,
with a book bag on my shoulder, too

My childhood begs you for this scene
Awaiting a person
Who can teach me the lesson of love!
Provide me with a place where
someone would wait for me
Or else, let me know where I went
wrong
Extinguish the burning flame of
desire in me!

مرے محلّے کے سارے بچّے

بسوں سے اسکول جارہے ہیں

ہے تم میں کوئی

جو مجھ کو نہلا دھلا کے

کھانا کھلا کے

مجھ کو کتابیں دے کر

بٹھا دے بس میں

یہ میرا بچپن اک ایسی ہستی کا منتظر ہے

جو مجھے بھی

محبتوں کا سبق پڑھا دے!

اک ایسے گھر کا مجھے پتہ دے

جہاں کوئی میری راہ دیکھے!

اگر یہ ممکن نہیں تو مجھ پر

بس اتنا احسان اور کر دے

مری خطا ہی مجھے بتا دے

اور ایک حسرت

جو روز جلتی ہے میرے اندر

اسے بجھا دے!

نومبر ۲۰۰۰ء

Got tired of walking
Though kept walking
Until I came closer to death

Once I used to be happy to see
Now the same sight wets my eyes

Where did happiness go
Kept walking and gathered sorrows
Why did sorrows join me

Though caravans reached their destinations
While traveling, we lost many friends

This world appears to be different now
While walking, haven't we both changed

چلتے چلتے تھک گئے اب تو قدم
چلتے چلتے آ گیا آنکھوں میں دم

خوش ہوا کرتے تھے جسکو دیکھ کر
دیکھ کر اسکو ہوئی کیوں آنکھ نم

چلتے چلتے کھو گئیں خوشیاں کہاں
چلتے چلتے آ گئے کیوں ساتھ غم

کارواں منزل تلک پہنچا مگر
چلتے چلتے ہو گئے کچھ لوگ کم

چلتے چلتے کتنا بدلا یہ جہاں!!
چلتے چلتے تم رہے تم، ہم نہ ہم

Righteousness brings you
closer to Him
The temples and mosques on
the way are lost

If one isn't happy, Adeel
Longevity of life is a curse

راستی سے قربِ رب حاصل ہوا
راستے میں کھو گئے دیر و حرم

گر خوشی شامل نہ ہو اس میں عدیلؔ
طولِ ہستی ہے فقط جاں پر ستم

۱۲ دسمبر ۲۰۰۰ء

Couldn't light the lamps, I tried
Saving them from the blowing winds, I tried

My compassion and sincerity didn't melt him
Giving him my hand and heart, I tried

The imprints deepened thousand times
Though erasing them a thousand times, they tried

Who, once, lost respect in someone's eyes
Could never again rise
Carrying them on its head, the earth tried

I just couldn't show the pinching of my heart
Though decorating wounds, I tried

چراغ جل نہیں پایا ، جلا کے دیکھ لیا
بہت ہواؤں سے دامن بچا کے دیکھ لیا

اسے خلوص کی گرمی نہ موم کر پائی
ملایا ہاتھ بھی ، دل بھی ملا کے دیکھ لیا

ہزار بار نکھرتے گئے کچھ اور نقوش
ہزار بار انھوں نے مٹا کے دیکھ لیا

نظر سے اترے ہوئے لوگ اٹھ سکے نہ کبھی
بہت زمین نے سر پر اٹھا کے دیکھ لیا

ہم اپنے دل کی چبھن کو دکھا سکے نہ کبھی
تمام زخموں کو ہم نے سجا کے دیکھ لیا

Every face reminded me of him
Everyway of forgetting, I tried

I met all with an open heart and love, Adeel
Though to hurt me, everyone tried

ہر ایک چہرے میں اسکی جھلک نظر آئی
کئی طریقوں سے اُسکو بھلا کے دیکھ لیا

سبھی سے ملتے رہے ہم محبتوں سے عدیلؔ
سبھی نے دل کو ہمارے دُکھا کے دیکھ لیا

۱۴ جنوری ۲۰۰۱ء

Love is leaning towards patience and submission
This journey is like Karbala's way

Darkness is leaning towards light
My moon is surrounded by the clouds

When the time comes, it will fall
Because every star is leaning towards mortality

We aren't sure about the next moment
Every lamp is leaning towards the blowing wind

The pulse of my soul is slowing down,
Is life leaning towards infinity?

عشق صبر و رضا کے رُخ پر ہے
یہ سفر کربلا کے رُخ پر ہے

اک اندھیرا ضیا کے رُخ پر ہے
چاند میرا گھٹا کے رُخ پر ہے

وقت آنے پہ ٹوٹ جائے گا
ہر ستارہ فنا کے رُخ پر ہے

ایک پَل کی خبر نہیں یارو
ہر دیا یاں ہوا کے رُخ پر ہے

نبضِ جاں دھیمی ہوتی جاتی ہے
زندگی کیا بقا کے رُخ پر ہے

Once again, they're sending friendly messages
Isn't that what happened in Karbala?

The heart would have melted in no time at all,
But the mind's leaning towards the ego

From whom, I learned the lessons of love, Adeel
Even he's leaning towards coldness!

پھر سے آئے ہیں دوستی کے پیام
گفتگو کربلا کے رُخ پر ہے

دل تو پل بھر میں موم ہو جاتا
ذہن اس کا انا کے رُخ پر ہے

جس سے سیکھے سبق وفا کے عدیلؔ
آج وہ بھی جفا کے رُخ پر ہے

۹نومبر۱۹۹۷ء

Whenever we met in a gathering, you
sounded strange
Being my own, your behavior was alien

I have got everything but that face,
For whom the glasshouses were built

Again you looked at me in the same way
Don't you remember what stories people
made yesterday

There are no cures for the diseases of the soul
There are clinics everywhere to treat bodies

Eventually the stories came to an end
The real people of great worth became fiction

There was a time Adeel
People were crazy about me!

جب ملے محفل میں، انجانے بنے
وہ میرے ہو کر بھی بیگانے بنے

یوں تو سب کچھ ہے، وہی چہرہ نہیں
جس کی خاطر آئنہ خانے بنے

آپ نے پھر مجھ کو دیکھا اس طرح
یاد ہے کل کتنے افسانے بنے

روح کی بیماریوں کا حل نہیں
جسم کی خاطر شفاخانے بنے

آتے آتے داستاں انجام تک
کیسے کیسے لوگ افسانے بنے!

اک زمانہ وہ بھی تھا مرا عدیلؔ
میری خاطر لوگ دیوانے بنے

۱۵ اکتوبر ۱۹۹۶ء

We're, but on a journey, day and night,
though we are unaware
He's with me all the time, but what an
irony, he is unaware

Those who sought destinations are wandering
in wilderness
Is there anyone, even who could object
we are unaware

The people who know are scared of swirls
They are the captains of their ships, but
they are unaware

Who had the knowledge of the universe,
have vanished
Those who still breathe are unaware

The lamp showing the pathway has been put out
Where caravan will stay we're unaware

Tell them Adeel that I know all
To whom, are so sure that I'm unaware

ہیں سفر میں روز و شب ہم ہمیں کچھ خبر نہیں ہے
یہ ستم ہے ساتھ وہ ہیں جنہیں کچھ خبر نہیں ہے

جو چلے تھے سوئے منزل وہ بھٹک رہے ہیں بن میں
کوئی ہے جو ہم کو ٹوکے، ہمیں کچھ خبر نہیں ہے

جو ہیں باخبر یہاں پر وہ ہیں خوف میں بھنور کے
وہی ناخدا ہیں اپنے جنھیں کچھ خبر نہیں ہے

جنھیں علم دوجہاں تھا، وہ نہیں ہیں اب جہاں میں
وہ جو سانس لے رہے ہیں انھیں کچھ خبر نہیں ہے

جو دکھا رہا تھا رستہ ، وہ چراغ بجھ گیا ہے
کہاں ٹھہرے کارواں اب، ہمیں کچھ خبر نہیں ہے

یہ عدیلؔ ان سے کہہ دو کہ میں جانتا ہوں سب کچھ
جو یقین کر چکے ہیں، مجھے کچھ خبر نہیں ہے

۱۵ اکتوبر ۱۹۹۵ء

The life in your hand is,
but still a test, Sahib

Many foes and many friends
yet this little soul survives, Sahib

We came yesterday and we'll leave tomorrow
Life is but a fairytale, Sahib

Starting with Adam & Eve
We're just one family, Sahib

How can they pray for the rain, Sahib
Whose dwellings are made of clay, Sahib

He resides in my heart so as if,
I feel like I'm him, Sahib

اک ہتھیلی پہ جان ہے صاحب
زندگی، امتحان ہے صاحب

سیکڑوں دوست سیکڑوں دشمن
اور چھوٹی سی جان ہے صاحب

کل یہاں آئے، کل کو جانا ہے
صرف یہ داستان ہے صاحب

آدم و حوا سے شروع ہوا
ایک ہی خاندان ہے صاحب

بارشوں کی دعا کرے کیسے!
جسکا کچّا مکان ہے صاحب

وہ مرے من میں یوں سمایا ہے
خود پر اسکا گمان ہے صاحب

His tone is so bitter,
though he has a sweet tongue, Sahib

The words glow like light
and light makes me speechless, Sahib

My fortune is not like my parents or grand parents
The place I live in is a house not home!

We tried our best
Now God'll take care of the rest, Sahib

There's a storm into making !!
How come he appears kind today, Sahib

After arrow piercing Adeel's heart,
Said, "What a bow it was Sahib"

کتنی تلخی ہے اسکے لہجے میں
کتنی میٹھی زبان ہے صاحب

ہے سخن روشنی تو پھر کیسے
روشنی بے زبان ہے صاحب

اپنی قسمت کہاں ہے پرکھوں سی
گھر نہیں یہ مکان ہے صاحب

ہم سے جو بن پڑا کیا ہم نے
اب خدا پاسبان ہے صاحب

کوئی طوفاں ضرور آئے گا!!
آج وہ مہربان ہے صاحب

تیر کھا کر عدیلؔ دل بولا
کیا غضب کی کمان ہے صاحب

مئی ۲۰۰۰ء

When I started to cry
 Lamenting separation
Though it was quite personal, but
 The stories broke out

Every time, I tried, it was in vain
I'm trying to forget you again, today!

For the sake of name and fame
 You should've burnt a few more houses,
Fools like me would rush to extinguish it

In trying to spread the word of love
Months, years, and ages have passed . . ..

Thinking, that He lives in my heart
When sought, found many of His dwellings

Performing duty is like paying back
 difficult debts, Adeel
Who would like to keep the promises, in this time

جب ترے ہجر میں ہم اشک بہانے نکلے
بات گھر کی تھی مگر کتنے فسانے نکلے

یوں تو ہر بار یہ کوشش ہوئی ناکام مگر
آج ہم ان کو پھر اک بار بھلانے نکلے

نام و شہرت کے لئے گھر تھے جلانے دو چار
ہم سے نادان مگر، آگ بجھانے نکلے

اس جتن میں کہ محبت کا ہو پھیلاؤ یہاں!
کیا مہ و سال، زمانے کے زمانے نکلے

ہم سمجھتے تھے کہ رہتا ہے ہمارے دل میں
اسکو ڈھونڈا تو کئی اس کے ٹھکانے نکلے

فرض کا قرض ادا کرنا ہے دشوار عدیلؔ
کون اس دور میں وعدوں کو نبھانے نکلے

۷ دسمبر ۲۰۰۰ء

Dedicated to Mir Taqui Mir

When I hear your name in the midst of this
crowded world
It just makes me speechless in the midst
of the speeches

Don't follow just what your heart says in this
dwelling, my friend
People with big hearts have been imprisoned in the
midst of the walls

I see, but just one beautiful face
Outside and in the midst of my poetry

Breaking of one's heart exposes many
aspects of victory
Becoming prominent in the midst of the defeat

No matter where I am, his eyes follow me,
Sometimes insiders torture in the midst of outsiders

I beg pardon from a pious leadership which preach
one thing to the fidels,
And the other in the midst of infidels

نذرِ میر

نام سنتا ہوں ترا جب بھرے سنسار کے بیچ
لفظ رک جاتے ہیں آ کر مری گفتار کے بیچ

دل کی باتوں میں نہ آ یار کہ اس بستی میں
روز دل والے چُنے جاتے ہیں دیوار کے بیچ

ایک ہی چہرہ کتابی نظر آتا ہے ہمیں
کبھی اشعار کے باہر کبھی اشعار کے بیچ

ایک دل ٹوٹا مگر کتنی نقابیں پلٹیں
جیت کے پہلو نکل آئے کئی ہار کے بیچ

کوئی محفل ہو نظر اُنکی ہمیں پر ٹھہری
کبھی اپنوں میں ستایا کبھی اغیار کے بیچ

ایسے زاہد کی قیادت میاں توبہ توبہ
کبھی ایمان کی باتیں، کبھی کفار کے بیچ

There was time it was the center of civilization,
The dwelling you see in the midst of ruins

Like a cheap cloth patch into an expensive one,
Adeel
Western customs are in the midst of Eastern values

کبھی تہذیب و تمدن کا یہ مرکز تھا میاں
تم کو بستی جو نظر آتی ہے آثار کے بیچ

جس طرح ٹاٹ کا پیوند ہو مخمل میں عدیلؔ
مغربی چال چلن مشرقی اقدار کے بیچ

۱۸ستمبر۱۹۹۵ء

Confession

Everyone is happy
Of pomp and show
And I'm breaking apart within
But no one knows!
If this were the real world
Why did I bothered to come here
And go door to door
No one knows

اقرار

سب خوش ہیں اپنے رتبوں سے

دو دن کے جھوٹے میلوں سے

ہم ٹوٹ رہے ہیں اندر سے

اور کسی کو یہ معلوم نہیں!

جب دنیا کا احوال یہ ہے

ہم آئے یہاں پھر کیوں صاحب؟

ہم پوچھ رہے ہیں در در سے

اور کسی کو یہ معلوم نہیں!

۳۱ دسمبر ۲۰۰۰ء

Miscellaneous

What expertise and/or competencies you have Adeel?
God All Mighty has been there for you

❄

How can I take flowers to this grave
Whose resident is still alive within me!

❄

It's my fate, the reason of my wilderness is that,
Living indoors and between walls, I'm still homeless!

❄

The pan has beaten the king often.
There's hardly a difference between the
crown and robe.

❄

Who was the reason of my well being,
When he unwillingly left, the place called
home felt queer.

❄

فرد فرد

کہاں کے ماہر و کامل ہو تم ہنر میں عدیلؔ
تمھارے کام تو پروردگار کرتا ہے

❁

جس کا ساکن ہے مری ذات میں اب تک زندہ
پھول اس قبر پر جا کر میں چڑھاؤں کیسے

❁

وائے قسمت، سبب اس کا بھی یہ وحشت ٹھہری
در و دیوار میں رہ کر بھی میں بے گھر نکلا

❁

مات کھائی ہے اکثر شاہ نے پیادے سے
فرق کچھ نہیں پڑتا تاج اور لبادے سے

❁

وہ جس کے ہونے سے اپنے تھے صبح و شام عدیلؔ
گیا وہ روٹھ کے مجھ سے تو گھر عجب سا لگا

The day turned into the evening within no time,
But that night prolonged forever . . .

❄

Stabbing from the back didn't get you anywhere
But whatever trust we had, was lost right away!

❄

You asked about my welfare, to make it short,
the house I built could never be turned
into a HOME!

❄

Though our sand castles were destroyed,
We still live with the will to build.

❄

Who instilled light into my personality,
That dream, that face has gone!

❄

شام اک پل میں ہو گئی دن کی
پر قیامت تلک وہ رات گئی

❄

وار پشت پر کر کے ملا تمھیں آخر
ایک پل میں کھو بیٹھے اعتبار جتنا تھا

❄

حال پوچھتے کیا ہو، قصہ مختصر یہ ہے
گھر نہ بن سکا اب تک جو مکاں بنایا تھا

❄

اپنے سب ریت محل ہو گئے مسمار مگر
"وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرتِ تعمیر سو ہے"

❄

وہ جس سے میری ذات میں بکھری تھی روشنی
وہ خواب وہ خیال، وہ پیکر نہیں رہا

Dreaming about a better world
just won't bring you fortunes.
As by merely looking at the surface of the sea,
the sunken ships aren't recovered.

As soon as close eyes her beautiful face appears
Was she a goddess or an embodiment of beauty...

The fragrance of Abbu's arrival would
be all over the house
But ever since the kids grew up I find
myself like an extra baggage!

قطعہ

کیوں خواب دیکھتے ہو جہانِ خراب میں
بگڑا ہوا نصیب سنورتا نہیں کبھی
پتھرا نہ جائیں آنکھیں سمندر کو دیکھتے
ڈوبا ہوا سفینہ ابھرتا نہیں کبھی

٭

جب بھی آنکھ لگے میں دیکھوں ایک سہانی صورت
دیوی تھی وہ روپ کی رانی یا پتھر کی مورت

٭

قطعہ

مہک اٹھتا تھا گھر بس اس خبر سے
کہ تو لوٹ آئے ہیں سفر سے
جواں اب ہو گئے بچے ہمارے
ہم اب لگتے ہیں کچھ بارہ دگر سے

٭

Before even I could close my eyes, dawn was there
Life went by without giving me a chance to plan

❄

O' wise people, to live is a very difficult act
Life has taught me this lesson,
To find stability in this life is a very difficult act.

Upon whose imagination the secret of the sky
would unfold,
People of those befitting statures
no more exist, Adeel.

آنکھ لگنے نہ پائی سحر ہو گئی
زندگی بے ارادہ بسر ہو گئی

❊

عقل والو یہ بات مشکل ہے
واردات حیات مشکل ہے
زندگی سے ملا ہمیں یہ سبق
زندگی کو ثبات مشکل ہے

❊

فکر رسا پہ جس کی کھلیں آسماں کے راز
ایسا کوئی عدیلؔ قدآور نہیں رہا
❊

Please bear with my translations as you go through Adeel's genuine and heartfelt thoughts. I wish I could have
Please bear with my translations as you go through Adeel's genuine and heartfelt thoughts. I wish I could have done much better, or more!

ہے کہاں تمنا کا دوسرا قدم یارب

I believe, the translation is a sincere effort, on the part of the poet, to reveal to the younger generation, how he feels, thinks, and communicates, in a language that he knows best. In addition, it gives a touch of awareness of Urdu poetry, which is an integral part of our native culture. (Urdu has become the second language of our children, who have been brought up in this land of opportunity.) Furthermore, it opens a window of vision for them, allowing them look for their roots, through their elders' soil.

I expect the well wishers of Adeel and Urdu poetry to welcome this endeavor in its totality. Wishing him and his readers well, I want to say:

اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

Javed Zaidi

May 13, 2001

P.S. I am personally indebted to my darling daughter Mona J. Zaidi for all the pains she has taken in helping us with this translation and having been on our side; supporting poetry and our heritage. She is a young upcoming poetess herself and we are sure that one day she will join her uncle, Adeel, with her debut in publishing her works and diary which she wrote as a US Peace Corp volunteer in Tanzania where she taught for two years and experienced a different set of circumstances of human life.

Translator's Note

I've known Adeel since the day he was born and was followed like a shadow by our learned "Babooji" (to whose memories this work is dedicated). He's so loving and charming that when he asked me to translate his work of poetry, I just couldn't refuse, though I did try. You can't say 'No' to him anyway. That's one thing, I've noticed. He happens to be my youngest brother. He's shown me, in more than one way, the meaning of the word 'O' Brother!'

This translation reflects a common objective: To capture, as best as I can, the individual tone, mood, and spirit of each poem, and in doing so, to go to heart of what I felt the poet wished to convey. Let me make a confession here, also. This is my first comprehensive translation work, and Adeel's first work of poetry. We both can boast of being amateurs, so to say. Though it may not be the most perfect, what's so perfect about life, anyway?! Nonetheless, there's a sense of awe, pride, and pleasure in doing things in life, for the first time

While Passing by...

Adeel Zaidi

Translated by

Javed Zaidi

امریکہ میں جو شعراء روایت کو اپنے آج سے ہمکنار کر کے شاعری کر رہے ہیں ان میں ابھرتا ہوا اور اپنی پہچان بناتا ہوا نام عدیلؔ زیدی کا بھی ہے۔ عدیلؔ مذہب انسانیت کے حوالے سے سوچتے اور روحِ مذہب انسانیت کو عام کرنے کی بات کرتے ہیں۔ انسانیت کا کربِ مشترک ان کے بیشتر اشعار و نظموں کا موضوع ہے۔ ''چلتے چلتے'' کا شاعر بے پایاں اخلاص و دردمندی کے احساس میں ڈوبی ہوئی نظر سے (کبھی کبھی ناخوش گوار حیرت کے ساتھ) اپنے راستوں میں بکھرے ہوئے سماجی ناہمواری، غربت، اور نابرابری کے منظروں کو دیکھتا ہے اور نظم کرتا چلا جاتا ہے۔ یہی نہیں، کلائمکس تک پہنچتے پہنچتے مروجہ معاشرتی نظام کے ناہموار وجود پر سوالیہ نشان بھی ثبت کر دیتا ہے۔ سچی بات اگر سادگی سے کہی جائے تو ذہن کو چھوتی ہے، دل میں اتر جاتی ہے۔ یہی اثر انگیز عدیلؔ کی غزلوں اور نظموں کا خلاصہ اور خاصہ ہے۔

وہ اپنے صادق جذبوں اور کھرے تجربات و مشاہدات سے اخذ کی ہوئی سچائیوں کو قاری کی روح میں اتارنے میں کامیاب ہیں۔ بلاشبہ عدیلؔ زیدی کا یہ پہلا مجموعۂ کلام اپنے جلو میں روشن تر امکانات کا حامل ہے۔

عرفان دانش سکندری

عدیلؔ زیدی کے ذہن و فکر میں علمیت بھی ہے اور ادبیت بھی۔ اگر ان کا شعری شعور اتنا بیدار نہ ہوتا تو وہ قطعی درج ذیل قسم کا قیمتی شعر تخلیق نہ کرتے:

مجھے تو لگتا ہے جیسے یہ کائنات تمام
ہے بازگشت یقیناً صدا کسی کی نہیں

انورؔ جلالپوری

While passing by...

Translated by Javed Zaidi

ذاتی تاثر

میں نے عدیلؔ زیدی کا کلام پڑھا تو دل میں ایک خوشگوار تاثر پیدا ہوا۔ میں کوئی نثر نگار یا ناقد تو نہیں ہوں کہ کلام پر کوئی طویل مضمون لکھوں لیکن کچھ احساسات ایسے ضرور ہیں جن کا اظہار کرنا میں اپنی اخلاقی ذمہ داری محسوس کرتا ہوں۔ ڈیٹرائٹ میں عدیلؔ نے اور ان سے تعلق رکھنے والوں نے مجھ پر ایسا اثر چھوڑا ہے کہ آج تک وہاں گذارے ہوئے لمحات یاد آتے ہیں۔

عدیلؔ کی شاعری میں بڑی زندگی اور توانائی ہے۔ غزل کہنے میں غزل کے کلاسیکل انداز کا حق ادا کیا ہوا نظر آتا ہے۔ کارگاہِ حیات ہو یا دیارِ محبوب دونوں راہوں سے شاعری بڑی کامیابی اور بڑے سکون سے گزرتا دکھائی پڑتا ہے۔ مجھے تو عدیلؔ کی شاعری پر داغؔ اور جگرؔ کے گہرے مطالعہ کا اثر دکھائی پڑتا ہے۔ دنیا کے سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک امریکہ میں رہنے کا عدیلؔ کو سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ زندگی کو مختلف زاویوں سے دیکھا جا سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ زندگی کی انیک تصویریں ان کی شاعری کے آئینہ میں دیکھی جا سکیں گی۔ میری دعائیں اور نیک تمنائیں ان کے روشن مستقبل کے لیے۔

کرشن بہاری نورؔ